احمق الذین

نہایت پُر مذاق ناول

مصنفۂ ایڈیٹر اودھ پنچ، مصنف کایا پلٹ،
حاجی بغلول، و میٹھی چھری وغیرہ وغیرہ

باہتمام

کمترین محمد فخر الدین تاجر کتب و مالک فخر المطابع لکھنؤ

صرف ٹائیٹل پیج

مطبع شمس المطابع لکھنؤ میں چھپا

قیمت .... عہ/

ہر علم وفن کی کتب بکفایت جلد بذریعہ ویلو منگانے کا پتہ محمد فخر الدین تاجر کتب فخر المطابع
لکھنؤ محلہ بلوچ پورہ

نیّرانِ اعظم

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

دیباچہ

دنیا مین کسی کو حماقت اور عقلمندی کا سرٹیفکٹ
دینا واقعات کا کام ہے - یہی جو چاہین بنائین جہان
چاہین لیجائین -

اس کتاب کے رستم داستان کوئی غیر معمولی آدمی نتھے -
نتائج کا عالم ! امکان مین کوئی ذمہ دار نہین - کامیابی
و ناکامی دھوپ چھانون کی رنگ ہین - انکا لطف دیکھیے
جی بہلائیے اور اپنا کام کیجیے -

ہمہ اندرز من بتو این ست
کہ تو طفلی و خانہ رنگین ست

(1912)

نذر

یہ افسانہ بکمال ظرافت و خندہ پیشانی انسان کی

حماقت کے

نام نامی پر

جس کے قدمون کی برکت سے زندگی جینے کے لائق اور

دنیا رہنے کے قابل ہے

ہنسی خوشی

معنون

کیا جاتا ہے

احمق الذین

پہلا باب

رنگ مین بھنگ

رات کا جوڑا دوپہر سے کھل چکا۔ لمبے لمبے گیسوؤن کی باڑھ شبنم کے عرق مین
خوب بھیگ چکی۔ کالے ناگون نے جھک کر اوس چاٹ لی۔ چودھوین کا چاند پچھم
کی طرف جھک کے قرص کافوری کی طرح ہوا ہوا چاہتا ہی۔ دور دور کے ستارے نیند
کی انکھڑیون کی صورت جلد جلد جھپکیان لینے لگے ہین۔ چاندنی میلی ہو چکی ہی۔ مولوی
صاحبی تہجد سے فراغت کر چکے۔ لالہ مدہوش بھی مسماۃ جلیبی (زنادہ سنگ) کی چوما چاٹی
سے چونک کر ایک عدد گلی گلابی (یعنی بھنگ) درحلق خشک فرو بردہ اند۔ قہقہہ مینا۔
تبسم جام موقوف۔ دونون المست اطہر عاشق و معشوق کی طرح اوندھے سیدھے
الگ تھلگ قلابازیان کھا رہے ہین۔ شامیانے کی ڈوریان بوڑھون کی رباط کی طرح
ڈھیلی ہو چکی ہین۔ کچھ تو لوگون کے بار بار الجھے اور کچھ زمین کی کشش شبنم کے بوجھ سے
اوسکے پیٹ مین بوڑھے بچہ کش معشوقون کی طرح ٹھین جھریان ڈال دی ہین۔ فرش کی
صفا پیشانی پر تفکر کی صورت سیکڑون شکنین پڑ گئین ہین۔ شعلچیون نے تیل کے داغون
مشعل کے گلدون سے فرش پر چھائیان ڈال دی ہین۔ خاصدان ویران حقے سلفہ اگل
وقت خمیازہ۔ کوئی گاؤ کی آڑ مین خراٹے لیتا۔ کوئی افیون کی طرح پلنگ مین غین۔ ناچنے
گانے والے آوازون کے ساتھ خود بھی خستہ بھر بھرے ہو رہے ہین۔ تانون کے بہانے
جماہیان۔ بتانے کے حیلے سے انگڑائیان لے رہے ہین۔ اس جلسے کے میر انجمن
احمق الذین عرف بھولے نواب منہ کھولے۔ دانت نکالے بڑے ذوق شوق سے ناچ
یا اپنا روپیہ دیکھ رہے ہین۔ ماں باپ کا دنیا سے اٹھ جانا فائدہ مند ہوتا ہی بشرطیکہ دولت

بھی ہاتھ لگے۔ یہ حضرت بھی انھیں خوش نصیبون مین ہین۔ چالیسوین سے فرصت کر چکے
ہین۔ وثیقہ پنشن تو نہین۔ ہان کچھ نوٹ اور جواہرات ضرور انکے ہتے چڑھتے رہین۔ دوستون
نے یون ہمین تقریب کا یہ جلسہ کیا ہے۔ بے تکلف نیاز مندون کا مجمع ہے۔ سنا جاتا ہے دولت کے
ساتھ کچھ عقل بھی ورانتہً ملی ہے۔ ورنہ جلسے کے انتظام اور ناچنے والون کے انتخاب پر اسقدر
ہماوز نہوتے۔ رنڈیون نے ہربار بلانے پر دو تسلیمین کرتے کرتے یقین دلایا ہے کہ سلامتی
جان کی گانا بھی سمجھنے لگے ہین۔ اگر یہی مہمان صبح تک رہتا اور پھر وہین بھی پورے طور سے
سُن لی ہوتی تو ہمکو پورا یقین ہے کہ بجائے خود دنگ ہونیکا دعا ضرور ہو جاتا۔ مگر کمبخت
ایک نوکر کا برا ہو کہ اُسنے عین گرمال مین غلط لگایا یعنے اُسی وقت عالم سرخوشی مین ایک
خط لاکے دیا۔ آپ نے چونک کے پوچھا کس کا خط ہے۔ نوکر پڑھا نہ تھا کیا جواب دیتا۔
پڑھا بھی ہوتا تو خط دیکھا تھا۔ لفافہ بند تھا۔ اُسنے اسقدر کہا کہ ایک آدمی دیکر چلا گیا۔
خط پڑھا گیا۔ جن لوگون نے لمحے کی طرح سے نظر اٹھاکے انکے چہرے کو دیکھا انکا تلطف
بیان ہے کہ ہمنے تو عمر بھر اتنی جلد اتنا لمبا چہرہ لٹک جاتے نہین دیکھا۔ چہرہ تھا کہ شہد کا
چھتا۔ ہاتھ پاؤن مین رعشہ تھا یا آسام کا زلزلہ۔ خط ہاتھ سے چھوٹ گرا۔ دونون ہاتھ پیچھے
فرش پر ٹیک دیے۔ آتشبازی کے چھوٹے ہوے دیو کی صورت ہوگئی۔ پہلے پہلو بدلے پھر
رومال سے عرق پونچھا۔ خط اُٹھایا۔ سیدھا لفافے مین رکھکر جیب مین رکھا۔ آخر گھبرا کر
اُٹھ کھڑے ہوے۔ جب تک چہرا لب فرش آئے دو چار ہاتھ ننگے پاؤن بڑھ گئے۔ اور
داہنے مین بایان۔ بائین مین داہنا جوتا ہین کمرے کے اندر دہلیز کی ٹھوکر کھاتے داخل
ہوے۔ کرسی پڑی تھی۔ جاکر اسپر گر پڑے وہ خط نکالا۔ پھر پڑھا خدا جانے کس زبان
مین ہے۔ کیا مضمون ہے؟ کچھ سمجھ ہی مین نہین آتا۔ پانی پیا۔ اپنی اچکن کے بٹن
کھول ڈالے۔ پاجامہ اوپر کھسکایا۔ کھجلایا۔ اُٹھے پھر کرسی پر بیٹھ گئے
شی نئی عقل آئی ہوئی تھی۔ چند ان ملاح سے اُٹھ رہے اُس بھی نہ پڑھا تھا۔ اہل علم فشار
مین وہ او چلتی ہوئی۔ باقی بدحواسی اور انتشار کو اپنا قائم مقام چھوڑ گئی۔ انکے ایک دوست تھے
میر صادق۔ یہ بھی سلامتی مضطراب کے حال سے تھے۔ مڈل فیل۔ انگریزی بہت بولتے تھے
اور نوکر تو تھوڑی دیر کے بعد کالے کا سود اور گورے رنگ کے لطف لوٹنے لگے۔ مگر یہ
بدحواس ہو کے اُٹھے دوڑے اپنے دوست کے پاس۔ یہان کا رنگ دیکھ کے ان کے حواس

جاتے رہے۔ گھبرا کر پوچھنے لگے "کہو طبیعت کا کیا حال ہی، کیا میٹر ہے اسوقت تمھارا چہرہ کیسا ڈون (اُترا ہوا ہی) خیریت تو ہی۔ تم کو واللہ سچ کہنا مجھسے نہ چھپانا۔ تم اب مجھسے کچھ اپنا حال نہیں کہتے۔ کیا ان رنڈیون مین سے کسی پر دل آیا۔ یا سر مین درد ہونے لگا۔ معدے کی تو کوئی شکایت نہین۔ منگاؤن سوڈا واٹر۔ بس برف ڈالکر پی لو۔ ابھی طبیعت ٹھہر جائے گی"

اس تقریر کے قطع کرنے یا اپنی قطع بدلنے کی غرض سے انھون نے قینچی سے جلد ہی جلدی موچھین کترنی شروع کین۔ اتبو میر صادق بیچارے سمجھے سچ مچ مالنخولیا ہی کہنے لگے "تمھاری حرکتین اسوقت مجھے طرح طرح کے وسوسے یاد دلاتی ہین خدا کے واسطے کہو تو تمھارے دل مین سمائی کیا ہی۔ ہین ہین یہ کیا کرتے ہو۔ بھری محفل مین کیا صورت دکھاؤگے یہ کہکر ہاتھ پکڑ لیا۔ مقراض کی نوک سمجھنے مین چبھ جانے سے بھولے نواب بہت برہم ہوے اور جیب سے خط نکالکر صادق کے منھ پر پھینک مارا۔

صادق۔ (خط پڑھکر) تو پھر اس سے اور موچھون سے کیا علاقہ۔ آخر ان بیچاریون نے کیا گناہ کیا۔ دیکھو کیا مخنث کی سی صورت ہوگئی ہے۔

بھولے نواب۔ ریل کا وقت تم کو یاد ہے۔

صادق۔ تو کیا کروگے۔

بھولے نواب۔ بس ٹھہرنا مناسب نہین۔ لو یہ سو کا نوٹ۔ آج کا صرف دے دلا دینا۔

صادق۔ ہوش کی دوا کرو۔ مین ابھی خانصاحب سے جاکے پوچھتا ہون بھلا سا اُنکا نام ہی مختار ہین میرے محلے مین رہتے ہین۔ دیوار درمیان ہی اور نہین تو حولدار سے تو پوچھ آؤن یہ تو جوچ کی ہے۔

بھولے نواب۔ تم اب مجکو دھر دبایا چاہتے ہو۔ خبردار ایسی بات زبان سے نکالنا بھی نہین۔ بس تمکو اس مین سلیقہ ہی نہین رہنین واللہ مرحوم کے بعد سے تمکو وکیلون کی آنکھین دیکھ چکا ہون۔ بھیا یہ قانون قاعدے کی بات ہی اور پھر نیلکوٹ فوجداری کا معاملہ مجھسے تو اب یہان نہین منھ دکھایا جائیگا۔ دیکھو خبردار کسی سے ذکر نہ ہوئے ورنہ مجھسے برا کوئی نہین

میر صادق بیچارے غریب آدمی تھے خود انکو بھی اپنی صحت رائے مین شبہہ تھا جب ہی ہے سب اب ادھر سامان سفر لیس ہو گیا۔ جو کچھ اسوقت مل سکا ادھر اُدھر سے جمع کر

بیک بینی و دوگوش یکہ و تنہا گھر سے نکل کھڑے ہوئے ۔ ریل کے اسٹیشن پر پہونچے بالکل سناٹا تھا ۔ تمام لالٹینین گل ۔ قلی نہ بابو ۔ مسافر خانہ مین صرف دو ایک کتے پہرہ دے رہے ہین انھون نے استقبال بڑے جوش و خروش ۔ دھوم دھام سے کیا ۔ مگر یہ کان دبائے دم دبائے چپ خاموش جا کے ایک طرف کھڑے ہو گئے ۔ کتون نے انکی جان نہ چھوڑی ریل ابھی کہین کی چھوٹتی نظر نہ آئی ۔ آخر زچ ہو کے وہان سے کالا منھ کیا اور اندھیری مین ایک سمت کو چل نکلے ۔

خیریت یہ تھی اُسوقت بھاگ نیدن کے سوا اور کوئی مقصد یاد نہ تھا ۔ ورنہ پولیس کے وساوسون کی ہیبت ، چورون اُچکون کی دہشت سے ایک قدم تو اُٹھتا نہین ۔ مارا مار نکل گئے ۔ کئی میل ۔ اتفاق سے ریل کی پٹری اور پکی سڑک سیتا پور لائن کی طرح تھوڑے ہی تھوڑے فاصلے پر متوازی بنائی گئی تھین ۔ انجینیرون کی مہربانی اسوقت انکے کام آئی ۔ اور کچھ فائدہ ہوا ہو یا نہ ہوا ہو ہم کو واسطہ نہین ۔ مگر اتنا ضرور کہین گے کہ ہمارے وحشت زدہ مسافر کو اس سے بڑا آرام ملا یعنے اسٹیشن جلدی سے مل گیا ۔

اتفاق سے ریل کا سگنل گر چکا ۔ گاڑی پلیٹ فارم پر آنیوالی تھی یہ گھبرائے ہوئے ہانپتے کانپتے الٹی سانسین لیتے لالٹین بھاندکر اسٹیشن کیطرف چلے ۔ گھنٹی بھی بجی ۔ ٹکٹ لینے والون کی بھی پکار ہو گئی ۔ اب بڑی وقت یہ آن پڑی کہ آپ کہان اور کس رُخ کا قصد کرین جلدی مین اور کوئی مقام تو یاد آیا نہین حیدر آباد دکن پر خیال دوڑایا ۔ کھانے کمانے کو نہین صرف جان بچانے کو ۔ اب لاکھ لاکھ ہمت کے ٹٹو کو چمکاریان دیتے ہین مگر سپاہی کی وردی دیکھے جان نکلی جاتی ہے ۔ دور سے لالٹین کی روشنی کی جھلک دیکھی اور خوف آگیا ۔ کہ پکڑ لیا ۔ پولیس والون نے ۔ آخر ایک شخص کی معرفت ٹکٹ منگوا اور سب مسافرون کے ساتھ گرتے پڑتے لد گئے گاڑی مین ۔ اتنے مین اسٹیشن ماسٹر نے آواز لگائی "گھنٹا مارو" انھون نے سنا ڈنڈا مارو ۔ اب کیا تھا ۔ آدھی سے مع کسرے زائد جان نکل گئی جھٹ جیبی رومال سے منھ چھپا لیٹ گئے بینچ کے تلے ۔ جبتک ریل اسٹیشن پر رہی آپ پیٹھ سمیٹ کسی صدمے کے سخت انتظار مین ہے کوئی سپر تو پاس نہ تھی ۔ جو سامان حرب یا ضرب یا حفاظت جان و تن تھا وہ ایک تولیے مین بندھی پوٹلی تھی گھبرا کر وہی اوڑھ لی ۔ بظاہر تو پوٹلی کی حقیقت کیا تھی ۔ مگر در اصل اسمین بلاشک وہ سامان ضرور تھا کہ سیکڑون حالین آسکتی تھین

اور دنیا مین بہت لوگون کی سیر وہی بنجاتا ہی یعنی روپیہ لیکن اُسکے استعمال کی صورت اور ہوتی ہی تاہم اگر پولیس کا پٹین ہوتا اور اُسکی ضرب سے کھنکار پیدا ہوجاتی توکیا عجب اُس ڈنڈے کی طاقت معطل تو ضرور ہوجاتی بشکر ہی۔ اس امتحان کی نوبت نہ آئی اور ریل چل نکلی۔ انھون نے میٹھ اچھی طرح ٹٹولی سب طرح خیریت پائی۔ اور وڑے خرگوش کی صورت نکل آئے نیچے سے سفر مین اور خاصکر ریل کے طبیعت مین خواہ مخواہ امنگ آجاتی ہی پھر جب صبح صبح کا وقت ہی۔ ہوا کے ٹھنڈے ٹھنڈے جھونکے آرہے ہون۔ بیٹھے بیٹھے ہچکولون سے مست حال کا مزا مل رہا ہو نظر اُٹھائیے تو پھولون کی قطار اُسپر ؎

عجب بہار ہو ان زرد زرد پھولون کی

اُسکے بعد تار برقی کی جدول۔ ہرے کچھ کھیت یہ لال چہچہاتے ٹیسو کے جنگل ہٹا لے او سر نیلگون اور روپہلے تالاب جو تیز سر کتے جاتے ہون گویا نیچر کے بھرے بھرے بازو پر زمرد۔ یاقوت۔ پکھراج نیلم ہیرے کے نورتن کے دانے گھوم رہے ہین۔ دن کا قرین سورج کی لالٹین لگائے پچھم کے اسٹیشن سے نکلا ہو۔ اُسکی گنگنی کرنین کندن کی پچکاریون کی طرح دنیا کے چہرے پر پڑنے لگی ہون۔ ہر چیز پر دارائش ہو رہی ہو۔ کف دست میدان جنگل صحرا چھوٹے بڑے درخت۔ پہاڑ پہاڑیان۔ آدمی مویشی ایک سرے سے جگمگا رہے ہون۔ ریل اپنی عروضی۔ تلی تلی چال۔ زیر و بم۔ تال سر کے ساتھ چلی جاتی ہو۔ انجن بھی سب سپ ہڑا کرتا۔ منا تا۔ دہ نانا جارہا ہو۔ تو پھر فرمائیے دنیا کی فکر بچھڑے ہوؤن کی جدائی کا غم سفر کی دقتون مسافرون کی ریل پیل۔ ورجون مین حبس بیجا۔ گارڈ صاحب کی نگرانی کا رنج تھوڑی دیر کو انسان کیون نہ بھول جائے۔

مگر

جناب یہ سب دنیا کے اور مسافرون کے واسطے نعمتین تھین۔ ہمارے بوکھلائے گھبرائے نواب بھولے ان سب سے محروم ہین۔ بھولے سے پیٹر لیون نکلا۔ دو سے آدمی یا مٹی کے سپاہی کو اُدھر دیکھا نہین کہ ادھر غراب سے کچھوے کی طرح غائب ہوا انھین کچھ تو رات بھر کے جاگنے۔ پھر بہت کچھ خاک پھانکنے سے چہرے پر بدحواسی کی رونق اُسپر طرہ پولیس کا ڈر۔ اور تو اور اپنے درجے والون سے بیٹھے بیٹھے سہم رہے ہین۔ کیا مجال کسی سے آنکھ ملائین۔ کوئی حرف زبان سے نکالین کہین ایسا نہو خفیہ پولیس کا

کوئی سپاہی مسافر کا بھیس بدلکے انکے ساتھ چڑھ آیا ہو۔
اِس گھبراہٹ اور بدحواسی مین اسباب کے غور کرنیکا موقع ہی نہ ملا کہ کس راہ جاتے اور کس اسٹیشن پر پہونچتے ہین۔ ایک اسٹیشن کا واسطہ وہ بھی نزدیک کا تھوڑی دیر مین صدر اسٹیشن کے دیہاتچے شروع ہوگئے۔ اب تو آپ بہت ہی زچ ہوئے سوچے قسمت مین پھنسنا ہی بدا ہی۔ بدنصیبون کا پھیر دیکھیے تدبیر الٹی پڑی۔ لاکھ جان بچائی مگر پھر پھر کے کمبختی پھر وہین گھیر لائی۔ راتون رات منھ کالا کرکے نکل جاتا شاید تو جان بچتی اب ایک صدر اسٹیشن اُسپر دن دوپہر پولیس گرفتاری کا وارنٹ ہتھکڑی بیڑی لیے کھڑا ہوگا

پھر پھر کے دائرے ہی مین رکھتا ہون قدم
آئی کہان سے گردش پرکار پانو مین

اگرچہ والد کے انتقال کے دن روکر پھر کبھی اُنکی یاد کم آئی تھی بعض کہتے ہین فرصت ہی کم ملی۔ مگر بعض کا قول تھا کہ اس زخم جگر کو روپے کے مرہم کافور نے بھر دیا تھا خیر کچھ ہی سہی ہا مین سب کو اتفاق ہی کہ اُنکی یاد بھول چوک گئی تھی۔ اور یہ کوئی عیب کی بات نہ تھی سب ہی ایسا کرتے ہین یہی نا کوئی دیر کوئی سویر لیکن اسوقت والد مرحوم بڑے زور شور سے یاد آئے۔ اتنا رنج ہوا کہ معلوم ہوتا تھا دس بیس موتون کے یورش نشو۔ ٹرنک گٹھر بقچے انکے ساتھ اور بریک مین ہین۔ بے اختیار آنکھون مین طغیانی آ آئی۔ آنکھ اور ناک کے دہانے کھل گئے۔ دالٹر دو رکس کا بمبا پھٹ گیا۔ دل مین کہنے لگے۔ ابا جان برے وقت تمنے ساتھ چھوڑا۔ تمھارے اُٹھ جاتے ہی ہائے تمھارے نازون کے پالے۔ لخت جگر پر مصیبتون نے کیسا نرغہ کیا ہی۔ اب کوئی یار ہی نہ غمگسار۔ گھر نہ در شہر چھوٹا عیش و آرام گیا تمھاری چھوڑی ہوئی دولت کے مزے سے محروم ہوے۔ ہائے دیکھو تو تمھارے لاڈلے بھولے تو اب پر کیسا آسمان پھٹ پڑا۔ ارے اُسپر تو سر منڈاتے اولے پڑے وہ پھر الٹ گئی۔ ابھی اُسنے دنیا کا کیا لطف اُٹھایا تھا۔ ابھی تو بقول شخصے دودھ کے دانت بھی نہ ٹوٹے تھے کہ چھٹی کے دودھ کا مزا یاد آ گیا۔ ابا جان تمھاری قبر کی کون مرمت کرائیگا۔ تمھارا نور نظر تو نہ معلوم کالے پانی بھیجا جاے۔ پھانسی پاے جیل خانے مین بیڑیان کھڑکھڑائے۔ اب کوئی دم مین پولیس کے پنجے مین تمھارا لاڈلا چلا اور پرا چلا۔ ہائے تم جیتے ہوتے تو مجھے ان بکھیڑون سے کیا مطلب تھا اگر خدانخواستہ تم پر کوئی آنچ آتی تو تم اپنے استقلال کر لیتے بستہ ہوتا مین کچہریون مین

دوڑ دھوپ کر لیتیا۔ جیلخانے مین رشوت دیکے تم کو کھانا اور آرام کی چیزین پہونچا آتا۔ یہان سے لیکر ولایت تک گھر بیٹھے لڑتا رہتا۔ مگر میرے لیے تو کوئی بھی کوشش کرنیوالا نہین جسوقت گرفتار ہونگا یہ جو کچھ پونٹی مین ہے پولیس والے ہتھیا لینگے۔

تو اس خبط مین مبتلا ہین۔ ریل کو کیا پڑی کہ انکے دل کو ٹٹولے۔ وہ سیٹی بجاتی کھنگھورے کی طرح رینگتی پہونچگئی پلیٹ فارم پر ریل چبوترے پر ٹھہری۔ انکو معلوم ہوا پھانسی گھڑی آپہونچی۔ درجہ کھلا اور قلیون بعد اترا۔ اور مسافر اسباب سمیٹتے بچھونے لپیٹتے۔ بنچ کے تلے سے جوتے ڈھونڈھنے لگے۔ کسی نے لوٹے گلے مین ڈوری باندھی کسی نے ریل بیگ۔ ادھر سے اٹھا کر ادھر رکھا کوئی قلیون سے مزدوری چکانے لگا۔ کوئی گھڑی کا دروازہ روک کر کھڑا ہوا۔ لیکن یہ بیچارے سب پیچھے چھپ گئے دعا یا الٰہی خیر۔ یا الٰہی خیر۔ یا الٰہی تو ہی آبرو اور جان کا محافظ ہے!! بدبدانے لگے چہرے پر ہوائیان اڑنے لگین کلیجہ کانپنے لگا۔ کہ اتنے مین ٹکٹ کلکٹر صاحب بھی آگئے۔ انھون نے کانپتے ہاتھون سے ٹکٹ دکھایا۔ مسافر ہر گر کے اُتر گئے۔ ٹکٹ کلکٹر بھی چلتے ہوئے قلیون نے بھی دیکھا مسافر صاحب تحت اللفظ مال اسباب سے معرا کھنگالے موسل ہین لعنت بھیجو۔ اور درجہ تا کو۔ اب یہ تنہا درجے مین چھپے۔ گاڑی کے دوسری طرف منھ لٹکائے بیٹھے ہین۔ گویا استمراری پٹہ حاصل کر لیا۔ مگر نصیبا تو یہ بگڑا ہوا تھا یہان بھی چین نہ ملا جب گاڑی خالی ہو چکی مسافر بندکابک کے کبوترون کی طرح پھر پھرا کے نکل گئے تھے یہ انڈون پر کبوتری کی صورت جمے رہے مسٹر بھنگی کانی منڈیل پھٹا کوٹ ڈاٹے بانس کی جھاڑو لیے گھس آئے اور حکم دیا نکل جاؤ باہر ہم صاف کرینگے۔ صاحب تو جھک مارکے نکلنا ہی پڑا جان پر کھیل کر اترے ہی تھے کہ نظر کانسٹبلون کے گروہ پر جا پڑی۔ کوئی پولیس کے انسپکٹر کہین جاتے تھے انکے ساتھ دو تین کانسٹبل بھی تھے۔ اتنے مین انکی سن سے جان نکل گئی بس ہو گئے۔ لہو خشک ہو گیا سمجھے کہ بغیر روبکاری ہی گرفتاری ہو گئے۔ آپ سے جلدی مین اور کچھ تو بنا نہین سیدھے کھسکے جائے ضرور کی طرف۔ اس کمبخت کا یہ حال کہ دنیا کے اس سرے کچھ دیر تو آہستہ چلے جب اور فاصلہ ہوا تو قدم تیز اٹھے آخر قریب پہونچکر فروٹ بھاگے۔ اور جاتے ہی انکے اندر بیٹھ گئے۔ پیشاب کے بہانے ایسے وقت مین جبکہ لہو تک خشک تھا پیشاب کہان۔ بالکل

خشک سالی پڑی ہوئی - جو کچھ بھی جسم میں تھی وہ اوچھو ہو گئے آنکھ ناک کے راستے ریل ہی پر خارج ہو چکی پرانی چھت کی طرح رینی ٹپک چکی تھی - اب یہ صرف خالی بھٹی کی طرح بیٹھے ہیں - آج اٹھنے کا نام لیتے ہیں نہ کل - انہیں خاکروب کا دخل نہ اسٹیشن ماسٹر کی حکومت - اپنے پیشاب چلا آتا ہی بہت کچھ سمجھیے سلسل بول کی بیماری رہی -

آخر اوکٹر دن ادھر سرنگون بیٹھے بیٹھے ٹانگیں بھر گئیں - کمر میں درد ہونے لگا انجن بھی جا، پانی کر کے آ گیا مسافروں کو سواری کی اجازت ہو گئی - آپ نے بھی سر اٹھا لیا جھانک کے دیکھا اکادکا مسافر سوار ہونے لگے - اٹھ کر کمر بند باندھا اور جلدی جلدی چلکر جھپٹ کے گھس گئے ایک درجے میں -

قصہ مختصر تھوڑی دیر میں ریل چل نکلی - تھوڑا بہت اطمینان ہوا - اب بھوک پیاس نے بھی جھک کر سامنے آ مؤدب سلام کیا - مگر ہمراہ پانی نہ دانہ - لوٹا نہ کٹورا - جی مسوس کے چپ ہو رہے - اتفاق سے اس گاڑی میں نجیب طبیعت والے دو ایک بھلے آدمی تھے - آپکی بر رخ دیکھکر کچھ دیر تو مسکراتے رہے - آخر ایک پوچھ ہی بیٹھے وہ "کیوں حضرت کہاں کا قصد ہے؟" اب عجب وقت پڑی سچ کہنا مصلحت نہیں چپ رہنا تو بھی نہیں کچھ نہ کچھ جواب دینا ہو گا - آخر بعد غور و تامل سوچ بچار کے آپ بولے "جدھر خدا لیجائے بھائی صاحب ہم تو روزگار کی تلاش میں جاتے ہیں"

حسن اتفاق دیکھئے کہ آپ قلمیں رکھائے تھے جلدی ہی میں چلتے وقت مونچھوں کی صفائی سہو گئی تھی - قلموں پر خط نسخ نہ پھرا تھا - اس سے آپکی صورت عجائب المخلوقات کی تصویر کے لائق بن گئی تھی - انکو ابھی تک اسکا خیال نہ تھا سنتے ہی ہاتھ جو پھیرتے ہیں وہ موجود قلمیں موجود - استرا قینچی کیا معنی - اگر بسولا یا پھاوڑا ملتا تب بھی ضرور آپ کام میں لاتے لاحول ولا - اب منہ چھپانے کی وجہ اور بھی وجیہ ہو گئی - اب آپکی نیت تھی کہ کسی اسٹیشن پر اوتر کر حجام کی تلاش کریں سوا اسکے اور کچھ نہ بن پڑی کہ داڑھ کے درد کے عذر سے جیبی رومال باندھ لیں - اور اس طرح نصف روپوشی اختیار کریں -

ہمارے ناظرین کو فرار اور روپوشی کے اہتمام کا اندازہ مل گیا ہوگا - پس انہیں کیوں سے جان بچاتے جھکائیاں دیتے نواب بھولے دکن پہونچ گئے - راستے میں بہت ہی کم کھانے پینے کی نوبت آئی - اگر مسافروں کا محصول وزن کے حساب سے ہوتا تو ہمکو یقین ہے کہ

کلکٹ کے دام بہت کچھ واپس ملتے ۔

دوسرا باب

آفت میں مصیبت

بھولے نواب تو گھر سے ہل ہانکتے کو دون پھانکتے سدھار گئے۔ بازو پر امام ضامن نہ دسترخوان میں ناشتہ نہ پورٹ مٹو میں کپڑے، صرف ایک چھوٹا تولیہ اور اسی میں تھوڑی سی دولت۔ نہ کسی نے امام ضامن کی ضامنی میں دینا، نہ دہی مچھلی کا ساتھ نہ ماتھے پر دہی کا ٹیکا، نہ سامنے راستے میں پانی کا بھرا گھڑا، ساعت بھی نہ دیکھی نہ سگون کی چھینک پائی

نہ سعد ام بدھ کی لی اور نہ منگل کی لی
نکل شہر سے راہ جنگل کی لی

یہاں کچھ تو لوگ گھبرائے اور کچھ تائے اور کچھ ناچنے والوں نے محفل بے میر میدان خالی پا کر ساز و سامان لپیٹا، سب ایک ایک کر کے سر ہو گئے۔ صبح بھیرویں کے وقت بھیروں ناچنے لگا۔ بیچارے میر صادق نے بیماری کا حیلہ کر کے سب کو ٹالا۔ بھانڈ سعد اللہ گھات ہی میں کہے ہے کہ

"ہمیشان دلبرے سو جان مبارک باشد"

سنا کر کچھ انعام اینٹھ لے گئے نے بگڑے نے آئندہ کی ٹھٹی جما گئیں۔ مگر حضور کی طبیعت ایسی ناساز تھی کہ سب بیچارے او ترے چکارے ہو کر واپس چلے گئے۔ میر صادق نے نوٹ دے کر سب کو دے دلا معاملہ پاک کیا، سامان ٹھکانے ٹھکانے بھجوا دیا۔

جلسے کا تو خاتمہ ہو گیا، اچھی طرح یا بری۔ مگر بھولے نواب کا یوں غائب ہو جانا ایسا تو تھا نہیں کہ چرچے نہ ہوتے۔ نوکروں میں سرگوشیاں ہونے لگیں۔ دوستوں میں طرح طرح کی افواہیں اڑیں، خصوصاً جھومے مرزا اور شیخ گھسیا۔ کلو مل مہاجن نے بہت ہی افسوس کیا، عذر ان کے عاجزہ دوستی میں آگئی تھی گھات میں بیٹھے جھپٹتے دیکھے چاند پر لگا بیٹھے چنڈو خانے بند ہو گئے ہیں لگائی۔ گرو ٹ ابھی پہلو ادھر ادھر سے مول لائے نئی دولت کے دھوئیں اوڑا رنگے شیخ گھسیا ہی کوٹھی کی تعمیر کا ٹھیکہ لینے والے تھے، ان کے سینے پر غم کا گھاؤ اس زور سے لگا کہ ٹھٹکے کی تجارت کی طرح سما کر رہ گئے، بیٹھے کی جھینی ان کے درد آہ کے ہچکی سر درد کا نپ اور چوٹی کی بیٹیاں گر۔ لالہ کلو مل نے گھر کا پشینہ اور زیور تاکتا تھا، اک سال دو سال میں اونے پونے ہمارے ہی ہاتھ آئے گا۔ وہ سونے کی چڑیا اڑ جانے سے اپنا موٹا توند تھام کر

رہ گئے دھوتی غیر معمولی مقدار سے ڈھیلی ہو گئی۔ نواب بڑے صاحب بولے ارے میں
اُس لونڈے کو دیکھتا ہوں کہ کہیں ڈگری ڈگری ہو گی۔ دروازہ بند کیے گھر میں بیٹھا ہوگا
سید رضا کہنے لگے وہ کسی کو لیکر بھاگ گئے ہوں گے۔ مولوی نجو سہلا کے بولے۔ اجی حضرت میں
آپ سے کہوں بہت بڑھ جانے سے وہ ہو گئے تھے خبطی اب جو گھر کی فکر پڑی تو اور حواس جاتے
رہے کسی طرف نکل گئے ہوں گے بہت ایسا آدمی تو بھول جاتا ہے۔ محمد باقر فرمانے لگے نعوذ باللہ
کیا آوارگی ہے سنا تھا بہت کچھ جواہرات اور نقوش لیکر یاں گئے کھا گئے ہیں۔ لالہ ربنا کھند نے عینک
آنکھوں سے ہٹا ارشاد فرمایا کہ مشفق من اس فراری اور غبن روپوشی میں گنگا کی قسم کوئی راز مخفی
ہے۔ اور رنڈی پوں کے شوہروں میں تو یہی قرار پایا گیا کہ انعام دینے کے مارے قصداً چھپایا ہے۔
غرضکہ جتنے منہ اتنی باتیں۔ ماں نے جو سنا سناٹے میں آگئیں۔ ابھی بے وارث
ہوئے چار دن گذرے تھے یہی ایک اولاد آگے اندھے کی لاٹھی جینے کا سہارا
سر لگا کر بیٹھ گئیں۔ پاس پڑوس کی عورتیں کلو کی ماں۔ امیرن آ بیٹھیں۔ مدارو کی ساس
حسینی جہری کی تھلی کٹنی۔ گنگا دئی آنے والی۔ وزیرن نصیبن۔ اکھنڈ ٹرین ڈولیان
قسمیں۔ کھا کھا کر اوتر گئیں۔ کوئی بغل میں بچہ دبائے۔ کوئی دوپٹے کا آنچل لٹکائے۔
کوئی پانچے سمیٹتی۔ کوئی لہنگا ٹھرکاتی چلی آتی ہے۔ تھوڑی ہی دیر میں بلا مبالغہ کوئی دس
بارہ عورتیں گھڑی میں منہ بنائے آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے ویسی سانسیں بھر بھر کے اظہار
ہوتیں اور اپنی جگہ چپ سناٹے میں جب شاہ کی بالکی بیٹھ گئیں یا در سے لگ بیٹھی ہوئیں۔
تھوڑی دیر تو سناٹا رہا۔ مگر یہ محال ہے کہ جہاں اتنی عورتیاں جمع ہوں وہاں چپ
آخر پہلے آہستہ آہستہ پھر اچھی طرح جی کھول کر پوچھ پچھ بات چیت شروع ہو گئی بیگم صاحب
اول تو جانتی کیا تھیں [illegible] کہ بولیں [illegible]
بھی نہیں جا [illegible] جو بیچ میں آتا خود ہی جواب دے لیتی۔
آخر سب جگہ چرچا پھیل گیا کہ نواب بھوے صاحب کہیں غائب ہو گئے۔ اور وہ بھی
بڑھاپے بے سبب۔ گھر ایک تو بیٹے ہی سے ہاتھ سرد تھا اب بظاہر اسباب اور بھی آخر [illegible]
خیریت یہ تھی کہ شادی نہیں ہوئی تھی ورنہ روز بچی [illegible] ہوتیں تو ضرور جمع ہو جاتیں
ادھر میر صادق [illegible] اور یہی خبط میں مبتلا تھے [illegible] پولیس کا انتظار
تھا۔ [illegible] انھوں نے اس راستے کا چلنا چھوڑ دیا تھا نہیں معلوم کیونکر رفتہ رفتہ

لوگون کو شبہ ہو گیا کہ ہو نہ ہو یہ راز دان ضرور ہین۔ لوگون نے انھین سے زیادہ پوچھنا شروع کیا۔ آنکا یہ حال ہی۔ کہ نواب کا نام آیا اور بدن مین آگ لگ گئی۔ ترش ہو کر وہ جواب دیتے کہ پوچھنے والون کے دانت کھٹے ہو جاتے۔ اگر گھبرا کر بیگم صاحب کچھ حال پوچھنے کو بلوائین تو حیلے حوالے کر دیتے۔ سر مین درد ہی۔ بخار ہی۔ آج کو لا ادتر گیا۔
پرسون سوچ آ گئی ہی۔ غرضکہ ایسے ہی عذر ٹنگ کر دیتے اور زبانی کہلا بھیجتے۔ بیگم صاحب گھبرائین نہین۔ اصل خیر سے آتے ہی ہونگے کہین تفریح کو باہر چلے گئے ہونگے۔

ہمارے بھگوڑے بھولے نواب کے محلے مین ایک حکیم کرامت علی رہتے تھے۔ طب پڑھی تو دھی مگر باپ کے ترکے مین ضرور ملی تھی۔ انکے والد البتہ فارسی مین طب پڑھے تھے اور باہر جا کر علاج بھی کر سکتے تھے۔ انھون نے ایک کتاب مین چند نسخے ٹانک لیے تھے مرنے کے بعد انکے صاحبزادے کے ہاتھ وہ کتاب لگی جس طرح اور چیزین ترکے مین یہ طبابت کا مخزن بھی ہاتھ آیا۔ آدمی تھے لسان اسکے چند نسخون کا خوب لام باندھا۔ دنیا مین عمر و دولت کی طرح دواؤن کی بڑی ہانگ ہی۔ صحیح المزاج کو بھی۔ مریضون کو بھی۔ جن اشتہاری حکیمون نے یہ گر پا لیا ہی اخبار دن کو دیکھیے کیسے کیسے انکے کارخانے ہین۔ اور اگر کوئی نسخہ مراد آباد کی ڈوڈنجی۔ طالبعلم کی لنگی کے اصول پر ہالوے صاحب کی گولیون کی طرح ظاہر ہو گیا تو پھر اسکا کیا پوچھنا چھنا چھن روپیہ برسنے لگا چنانچہ انکے پاس بھی ایک شربت کا نسخہ مشہور تھا۔ مگر بتاتے نہ تھے۔ ان بنا بنایا شربت یون نہین بلا قیمت احباب کھو اسکے وقت تھا مفت کی تو شراب تک حلال ہی یہ تو شربت تھا۔ اگرچہ کوئی شخص ایسا نہ تھا جو ذاتی تجربہ کی شہادت دیتا۔ مگر اسمین کلام نہین کہ شہرت بہت تھی۔ غفور خان سب انسپکٹر نے بھی اسی طمع مین دانت سے دوستی بڑھائی تھی حد کی بے تکلفی تھی۔ حکیم صاحب سے دعوتی سیاد ابھی ہوتا تھا انکو اس شربت کے علاوہ شربت دینار ملانے مین بھی جیسا صاحب پوس کرتے۔ امدادت بھی اکثر انھین کے ذریعہ سے ملا کرتے تھے۔ اس مین دہ لوگون شاد کام ہوتے تھے۔ اسیو جہ سے باوجود بیکاری وبے شغلی و بدون نقص اور قارورہ مین بتریہ و رتیری کے متوسط حیثیت سے بآسانی بسر کرتے تھے۔ جامدانی یا باریک ململ کے انگرکھے کے نیچے جالی کا پیازی کرتہ گلے مین ریشمی یا وہ یا سبز دوالی۔ جر ملی مندیل لپٹا ہوا۔ گرنٹ کا گلہ۔ اِنھون کی دو دو انگلیون مین فیروزہ عقیق کی چار چار انگوٹھیان پہنتے۔ پتلی ہوتی

کی چھڑی ہاتھ میں رہتی۔ دو خدمتگار لال صافے باندھے، چاندی کے خاصدان میں خوشبودار گلوریاں اور چاندی کی ہلکی سی لوٹیا ساتھ لیے ہر جگہ ہمراہ ہوتے۔ نزدیک تر تک تو پیدل مگر دور دور جانے میں بگھی کا کرایہ بھی ادا کر سکتے تھے۔ آدمی ذرا ذہین بھی تھے قانون فوجداری کے اصول سے ضرور واقف تھے جسطرح مچھلی کے بچے کو تیرنا سیکھنے کی ضرورت نہ تھی اسیطرح تعزیرات ہند کی چوٹ بچانے میں کسی وکیل کے مشورے کے یہ محتاج نہ تھے

انھوں نے بھی نواب کے گم ہونے کی سن گن پائی، منھ میں پانی بھر آیا۔ غفور خان سے سرگوشی۔ میر صادق بیچارے کی تھانے پر طلبی ہوئی۔ اسطرح گم ہو جانے پر بہت کچھ ڈرایا دھمکایا۔ حلیہ اور وارنٹ جاری ہونے تک کی دھمکی دی۔ اور چلتے وقت کہا جائیے جناب سراغ لگائیے۔ وقوعے کا دن اور وقت لکھواتے جائیے اگر کل تک بندوبست نہ ہوا تو وارنٹ کاٹ دیا جائیگا۔ سنتے ہیں! مفرور مجنون بھی تھا۔ گھر والوں کو "زیر حفاظت" رکھا تھا۔ یہ خلاف ورزی ہوئی۔ اگر کسی کو اسکے ہاتھ سے ضرر جسمانی پہونچ گیا۔ تو سب کا چالان ہو جائیگا۔

اس فہمائش اور حکیم صاحب کی تفہیم نے انکو ایسا بوکھلایا کہ بیگم صاحبہ کی ڈیوڑھی کے پاس قدم آگے ہی سے انھوں نے بسورنا شروع کر دیا۔ پردے کے پاس پہونچتے پہونچتے دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ رونے کی تو فصل ہی آئی تھی دل بھرے تھے گھر بھر میں ماتم برپا ہو گیا۔ کہرام مچ گیا۔ پیٹس پڑ گئی۔ دیر کے بعد جب سب روتے روتے تھک گئے تو سکون ہوا۔ آپ نے تھانہ دار صاحب کا قصہ سنایا سب کو سخت تشویش ہوئی۔ بیگم صاحبہ تو بے موت مر گئیں کہ اتنے میں ہمارے حکیم صاحب بھی آ گئے۔ کسی اور بات کو نہیں صرف ہمدردی ظاہر کرنے کو پاس پڑوس محلے کی بات تھی خبر سنکے چلے آئے۔ ان حضرت نے ایک سلجھی سی ترکیب بتائی کہ سب نہایت ممنون ہوے۔ اور اسکا سر انجام بھی انھیں کے ذمے پڑا یعنی کچھ رقم دیکر تھانہ دار کو راضی کرنا۔ اگرچہ بعض ملازم انکے ہتھکنڈے جانتے تھے اور میر صادق انکو خوب پہچانتے تھے مگر موقع ہی ایسا آن پڑا تھا۔ اسی وقت بیگم نے کڑوں کی جوڑی حوالے کی اور میر صاحب کے سامنے تھانہ دار صاحب نے سخت انکار کیا۔ بعد حکیم صاحب کے اصرار سے طوعاً کرہاً قبول کی۔ واقعی دولت بڑی ہی نفرت کی چیز۔ اور پھر پولیس کے نزدیک رشوت! ۔

تیسرا باب

خوب پاپ پہنے

بھولے نواب کو یوں کبھی لمبے چوڑے سفر کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ دکن ہو پہنچنے کے
دوسرے ہی دن سے بہت اطمینان ہو گیا۔ اب اسکی فکر ہوئی کہ گھر پر کیا گذری ہوگی
میر صادق نے کیونکر بات بنائی ہوگی ماں کا کیا حال ہوگا۔ ضبط کیا۔ جی نہ مانا ہمت کرکے
خط لکھنے بیٹھے۔ پھر کچھ سوچنے لگے۔ قلم کاغذ پر سے اُٹھا لیا۔ پیشانی پر منہ بنایا۔ اور
رُک گئے۔ سوچے ابھی جلدی کیا ہے ادھر تامل کرو۔ کہیں کوئی خرابی نہ پیدا ہو جائے
مگر جب ماں کے رنج و غم کا خیال آیا تو نہ رہا گیا۔ خط شروع ہی کر دیا۔

خط

میر صاحب مہربان بندہ تسلیم۔ بعد اشتیاق ملاقات واضح ہو کہ میں زندہ ہوں
مگر تم لوگوں کی جدائی سے نیم جان ہو رہا ہوں۔ وہاں کے حالات سے مفصل اطلاع دیجیے
تعلق خاطر ہے۔ آپ اپنی کارگزاریاں بھی مفصل لکھیے گا جو لازم آئی ہونگی۔ جناب والدہ
صاحبہ کو اب تک کچھ علم ہوا ہی گا نہیں۔ میں جس وقت انکی پریشانی کا خیال کرتا ہوں کلیجہ
منہ کو آتا ہے۔ انکی تسلی اور تشفی ہر نوع کر دیجیے گا۔ مناسب سمجھیے گا تو کہہ دیجیے گا
سب ضرور میں۔ ابھی تو صرف قیام وغیرہ کا انتظام یہاں ہو گیا ہے اور باقی امور کی
نسبت کوئی کوشش نہیں کر سکتا تا زمانیکہ آنجناب کا خط مسرت خط موصول ہو کر
باعث رفع انتشار خاطر نہ ہووے زیادہ کیا لکھوں۔ جب تک تم سے کچھ سن نہ لوں جی [illegible]
جواب کے واسطے اسقدر پتا کافی ہوگا۔ در ڈاکخانہ افضل گنج حیدرآباد دکن محفوظ
رہے اور مکتوب الیہ کا نام صرف سکندر لکھ دیجیے گا مجھے بحفاظت پہنچ جائیگا۔

خط بھیجنے کو تو بھیج دیا۔ مگر اب یہ ڈر غالب ہوا۔ وہاں خدا جانے معاملہ کی کیا صورت
ہوئی ہو۔ گھر کا کیا رنگ ہو۔ میر صادق کہیں جھپٹ میں نہ آ گئے ہوں خط کسی کے ہاتھ
پڑے کہیں یہاں کوئی بلا نہ آ موجود ہو۔ آخر یہاں سے اور کہاں بھاگ سکیں گے
اس فکر نے انکو بہت ہی مضمحل کر دیا۔ کھانا کھانے سے قبل خط کم بختی کے مارے
لکھا تھا۔ دوپہر کا کھانا ندارد ہو گیا۔ جی ہی نہ چاہا۔ منہ ڈھانک کے پڑ رہے خیالات
نے ہجوم کیا۔ پولیس کے سپاہی تھیٹر کے شیطانوں کی طرح سینگ سر پہ لگائے خواب میں

نظر آئے۔ جیلخانہ انکی طرف بڑھتا دکھائی دیا پھر ایک عورت نے جو پولیس کی وردی
پہنے تھی کمر سے استرا نکال کر سر مونڈ لیا۔ یہ ایک مسجد مین جا چھپے۔ پھر وہ مسجد شرابخانہ
ہو گئی وہان سے ایک بار گی جا پہنچے ایک پہاڑ کی چوٹی پر ہوا چلی تیز۔ تو آپ پہ
نیچے کلیجہ دھک سے ہو گیا۔ آنکھ کھل گئی دیکھا پلنگ پر اوندھے پڑے ہین۔ اٹھ بیٹھے
سجدہ شکر کا ادا کیا پھلے کو چارپائی تھی۔

سارا دن فاقے مین کٹا۔ رات آئی۔ وہ اور بھی ڈراتی۔ تنہائی اور بے بسی
مگر اندھیری نے کچھ ڈھارس دی نیند بھی گہری آئی۔ پریشان بھیانک خوابون نے بھی
ترس کھایا ایسے سوئے یا غش مین آئے کہ سر پاؤن کی خبر نہ رہی۔ مکان کا دروازہ
کھلا رہ گیا تھا ایک چور گھس آیا۔ سامان تو جیسی واجبی تھا کفنے کا ایک بکس بنالیا
تھا اسی مین سب کچھ بھرا روشنی مین وہی چمکا۔ لیکر چلتا بنا

صبح مضمحل۔ اوہ نمونے۔ اُٹھتے جو ہین تو بکس نہین چپ ہو رہے کسی سے کچھ نہ
کہا تھانے پر رپوٹ کے خیال سے لرزہ آتا تھا۔ صبر شکر کے غوطہ مین گئے۔ گھبرا کر گھر سے
نکلے ہاتھ مین ایک انگوٹھی قیمتی تھی بس وہی اثاثہ۔ وہی دولت وہی بقول جیلیا یا دو نو
کے زندگی فارسی مثل "دبے کار دو انگشتری بباش" یسنی تو ہزارون دفعہ تھی۔ مگر جیسی قدر
آج ہوئی ویسی عمر بھر نہوئی تھی تہیہ کیا کہ بس چلو اسی کو بیچو اور چند روز سیر کرو سیدھے گئے
بازار انگوٹھی دکھائی۔ حجت اور تکرار کے بعد پانچسو روپیہ قیمت طے پائی۔ اسوقت دلا کھ
کے برابر نظر آئی۔ فوراً بیچ ڈالی۔ روپے لیکر تو لیے مین باندھے۔ اور چلے ایک طرف

اتفاق سے سامنے کی دوکان مین ایک نیک بخت کوئی پچاس پچپن برس
کی کچھ سودا سلف لے رہی تھین چمپئی رنگت جچتی ہوئین۔ گندہ لب تنبر کے بال
کھچڑی مگر کمر تنی ہوئی۔ بولی بولی ٹھہرتی۔ اس بڑھاپے مین بھی بغیر آنکھ اور بھوؤن
کے اشارے کے بات نہین کرتین۔ باتونی بھی بڑی۔ ہوا ور انکو ایک ایسی ادا سے کہتین
کہ اپنی کم سنون کے غمزے مات تھے۔ چشمون کی طرح بلا کی خوش لہجہ۔

بھولے نواب جیسے دکن مین آئے تھے بہت سی چیزون کو تعجب کی نظر سے دیکھا
کرتے تھے۔ انھین مین سے وہان کا روپیہ بھی تھا۔ یہ تو انگریزی کھنکار والے بڑے
روپے کے عادی وہان ٹرک کی کنکریان جو تا بھری ہوئین نہ کھنکار نہ جھنکار نہ سکہ بھی

ایسا بڑا کہ خط تقدیر کی طرح پڑھا نہیں جاتا۔ گھنٹوں غور کرو کہیں دائرہ کہیں مد اور حرف ندارد چنانچہ جسوقت یہ پانچسو روپیہ ملے ہین آپ نے کئی دفعہ انکو اوٹا پلٹا کر پرکھا جانچا تھا تو بھی تعجب بھی انکی وضع قطع اور روپیہ کو دیکھ کر تکتی رہین جسوقت یہ وہان سے چلے ہین تو وہ بھی کچھ دیر کے بعد انسے راستے مین دو چار ہوئین۔ تھوڑی دور چلکر خود ہی پوچھا۔ تقصیر آپ کہانسے آئے ہو

نواب۔ ہندوستان سے۔ کوئی مکان چھوٹا سا کرایہ کو ملے گا۔

عورت۔ ہو تقصیر۔ ڈھیران مکان۔ اپن کے محلے مین بہوت۔ ابھی حکم ہو پانچ پچیس تلاش کر دین۔

نواب۔ مگر ہمکو تو مختصر سا چاہیے۔ اور ایک کھانا پکانے کو آدمی۔

عورت۔ تقصیر بہوت آدمی۔ عورتان مردان سب۔ ما ماکل لیجیے۔ سب کام کی

نواب۔ تمھارا نام کیا ہی۔

عورت۔ اپن کا امیرن بی نام ہی۔ تقصیر یہ تو مکان ہی کویلو کا ہی۔ کرایہ ڈھیر نہین چار پانچ بس۔

ان نیکبخت نے ایسی باتین کین۔ ایسا کچھ راہ پر لگایا کہ یہ راضی ہو گئے۔ اور چلے انھی کے ساتھ۔ اگرچہ بھوک کے مارے برا حال تھا۔ اور ارادہ یہ تھا کہ سب سے پہلے کھانا کھائین گے۔ پھر دوسرا کام کرینگے۔ مگر سب ملتوی کرکے یا مکان دیکھا۔ کرایہ ٹھہرایا۔ اور بیٹھ گئے وہین۔ ان نیک بخت نے ایسی آؤ بھگت کی۔ اسقدر جھٹ پٹ آرام کا سامان پلنگ۔ لوٹا۔ حقہ۔ جمع کر دیا کہ تھکے تو تھے ہی بہت پست تھی طبیعت بھی گرمی پڑتی تھی۔ اب گھر چھوڑنے کو جی ہی نہ چاہا۔

امیرن بی فرشتہ رحمت ہو گئین۔ سمجھے گھر بیٹھے خضر ملے۔ یہ تو کل صبح کے واسطے کام خرید۔ فروخت کے منصوبہ مین غرق ہوئے اور امیرن بی جھٹ پٹ کھانا تیار کرکے لے آئین۔ کہ آج آپ تکلیف نہ کرین۔ سامان ٹھیک نہین۔ کل سے سب ٹھیک ٹھاک ہو جائیگا۔ اتنی خاطر مدارات دکن مین کیا کہین بھی انکی نہوئی تھی۔ جی مین بہت ہی خوش ہوئے سمجھے اب دن پھرے۔ نحس ستارے نکل گئے۔ اللہ نے چاہا۔ اب کوئی صورت کمائی کی بھی ہوئی جاتی ہی۔ بی صاحبہ نے ہاتھ دھلایا۔ دسترخوان بچھایا۔ کھانا کھلایا۔ اور حقہ بھر کر رخصت ہو گئین۔ رات کو چین سے نیند آئی۔ سو روپیہ سرہانے رکھا تھا۔ کوئی پیسہ آج خرچ نہوا

صبح سویرے منھ اندھیرے ہی کنڈی کھڑکی۔ دروازہ کھلا۔ امیرن اندر آگئیں
دو چار تمہیدی جملوں کے بعد آنکھوں میں آنسو بھر کے پہلے ایک آہ سرد بھری اور
اپنی زبان میں اپنے درد دکھ کو بیان کرنے لگیں جسکا خلاصہ یہ تھا اُس ہندی
کا شوہر آٹھ برس سے پردیس چلا گیا ہے۔ کوئی کہتا ہے کسی عرب کے ساتھ مکے جاکر
مر گیا۔ اور کوئی کہتا ہے جہاز پر نوکری کر لی آپ دیکھیے ابھی میری عمر ہی کیا ہے یہ میری
خوبصورتی جوانی سب ضائع ہوئی جاتی ہے کوئی میرا وارث نہیں ہے راتیں پہاڑ ہو جاتی ہیں ان
لمبے گھونگر والے بالوں میں تیل ہوتی بعد اسکو میں کسی لیتھلی آنکھوں میں سرمہ کسکے لیے
لگاؤں اور کپڑے رنگی بہار عطر پھلیل مہندی کا سنگار کسکو دکھاؤں۔ اگر تم میری مدد کرو تو میری
زندگی سوارت ہو جائے اور تمہارا کچھ ہرج نہیں ہے میں غریب آدمی ہوں اگر تم سے میرا کام ہو جائے
تو لو یہ بیس روپیہ میں نے پیسہ پیسہ جوڑ کے جمع کیے ہیں سب تم کو دیدوں۔

انھوں نے جو حق المحنت کا چھٹا دل میں بہت خوش ہوئے سمجھے کمائی کا
لگا لگا۔ اگر کوئی کام ہو تو کر دینا چاہیے۔ آٹھ آنہ دن کی تو بات ہے بیس پچیس روپے جلد
پانچسو بیس ہو جائینگے بڑے شوق سے پوچھا وہ کون کام ہے اسنے کہا کچھ نہیں
اک ذرا سی بات ہے کوئی بڑی محنت بھی نہیں تم میرے ساتھ چلے چلو اور مولوی صاحب
سے کہدو یہ میرے نکاح میں ہے مجھے منظور نہیں ہے میں طلاق دیتا ہوں۔ میں قبول
کر لونگی۔ چلو پھر دوسرے سے نکاح کر لونگی۔ کوئی ہرج نہو گا۔

اب یہ سوچنے لگے۔ انکو کوئی شہر میں جانتا بھی نہیں۔ ہرج ہی کیا ہے بیس روپیہ
ملتے ہیں اسکا کام بھی نکلتا ہے اور اپنا بھی۔ اگر گواہی کی طرح کام چل گیا تو دن بھر
میں سو پچاس کو طلاق دیدیا کرینگے۔ ہلدی لگے نہ پھٹکری اور رنگ چوکھا آئے۔ نیم اچھی
ہو گئے کہنے لگے اور کہیں تمہارا شوہر آ گیا تو۔ اب اُسکا ٹھکانا کہاں وہ آتا تو
ایک آدھ آرا اور اسکا کیا بگڑتا ہے۔ وہ خود مجھے کہتا تھا طلاق لیلو۔ اگر سنیگا تو بہت خوش ہو گا
یہ بات اگرچہ ایسی اطمینان کی نہ تھی مگر شریف کو مفلسی میں روپیہ کی بڑی حاجت
ہوتی ہے زیادہ پہلو سوچنا مناسب نہ سمجھے راضی ہو گئے پوچھا کس دن چلنا ہو گا۔
انہوں کیا جیسے ہو آنکھیں۔ بولی ابھی نیک کام میں دیر کیا روپیہ حاضر ہیں انکو بھی ابھی
رومال کے ایک کونے میں باندھ لیجیے انھوں نے بسم اللہ کرکے روپیہ لیے گوشے میں باندھ

کوٹھری میں رکھ آئے اور قفل دیکر امیرن کے ساتھ چل کھڑے ہوئے۔ دلمیں خوش تھے کہ کیا خوب عقل کے زور سے روپیہ کمایا۔ آگے آگے امیرن۔ اور پیچھے پیچھے یہ۔ مگر تھوڑے فاصلے سے۔ اگر پھر پھیر کر شکار کی نگرانی نہ کرتی ہوتی تو امیرن کے قدم منزل پر کب کے پہونچ گئے ہوتے۔ نواب کے پانوؔن تو اٹھتے تھے لیکن جی بیٹھا جاتا تھا۔ کبھی ادھر دیکھتے کبھی ادھر۔ کئی دفعہ پلٹ جانے کا ارادہ ہوا مگر امیرن نے مڑ کر دیکھا۔ آنکھ سے آنکھ لگی اور تار نظر نے اندھے جہاز کی طرح انکو کھینچا۔ کوڑے گھورے۔ سڑک طے کی۔ گلی آئی۔ کوچہ ختم ہوا۔ نالی پھاندے پل سے گذرے نشیب میں اترے۔ چڑھائی پر چڑھے۔ آخر ٹوٹی سی مسجد دکھائی دی امیرن رکین۔ یہ پہونچ گئے۔ انکو ٹھہرا کر اندر گئیں۔ تھوڑی دیر میں خردہ شنایا۔ مولوی صاحب موجود ہیں چلیے اسوقت بھیڑ بھی نہیں۔ زیادہ کہنا سننا نہیں ابھی تو چھٹی ہوئی جاتی ہے۔

حجرے میں ایک صاحب میلی کچیلی سی دلی منصب داری دیے۔ کاندھے پر نیلے چار خانے کا لمبا رومال ڈالے۔ بڑی سی تسدانی سامنے دھرے۔ مسل کھچڑی داڑھی۔ دُبلے پتلے سیہ فام ہاتھ پانوؔن امینٹھ سی چھڑی چھنے گھسے بوریے پر میلا تکیہ لگائے دوزانو بیٹھے ہیں۔ دو تین حواری بھی موجود ہیں۔ امیرن نے آداب تقصیر" سامنے بیٹھ گئیں۔ انکی طرف دیکھا۔ انھوں نے عورت نیک دشتی ہے دکھائی دیتی ہے۔ (ہم خوب سمجھتے ہیں (جانتے ہیں) ڈھیروں کے مردان بجھنے میں ایسا بولتے ہیں۔ بعد میں بمشکل سمجھتے ہیں۔ معاف کرو۔ ہم سمجھا دیں۔ عورت کی طرف مخاطب ہو کر) بولو مان کیا بولتے ہو۔

عورت۔ مولی صاحب۔ ہم بھی منظور کرتے ہیں۔ کچھ عذر نہیں۔ مہر کا پیسہ بھی ادا کر دے۔

الغرض انھوں نے طلاق دی انھوں نے منظور کی۔ اور وہ حاضر ہوتے ہیں۔ کر کے ہنسی خوشی رخصت ہوئے مسجد کے دروازے سے دونوں نکلے ہی تھے کہ عورت نے تیور بدلے۔ لپک کر حضرت کا دامن زور سے پکڑا۔ شور کر کے کہنے لگی گھر چلکر میرا روپیہ دیدو۔ اب مجھسے تم سے واسطہ نہیں رہا۔ کیا اعتبار میرا روپیہ جو گھر میں رکھ آئے ہو چلو وہ یہ حق حیران ہو بولے۔ تمہارا مہر ادا کر چکا ہوں۔ تم نے مولوی صاحب کے سامنے قبول کیا۔ امیرن نے کمر میں ہاتھ ڈالا۔ انھوں نے جھٹکا دیا۔ دامن چری کی تھی ہو گیا۔ مطلب

گریبان چمک گیا حلق ہو بی۔ آواز بند ہوئی۔ انکی اور اپنی طرف سے امیر بی نے ڈبل غل کیا۔ مولوی مع حواری نکل آئے "کیا ہوا کیا ہو گیا ہے"

امیر بی نے رو کر سب حال سنایا کہ اس بے ایمان خدائی خوار نے پھٹکار دیکر مجھے دیا۔ بیشک۔ مگر جاتے وقت اسکے پاس امانت رکھوا آئی۔ مدتے مین کہان لیے پھرتی اب جو کہتی ہون چلکر مجھے حوالہ کر تو مکر جاتا ہے جب تک کوڑی کوڑی نہ دیگا اسکی جان اپنی جان ایک کر دونگی۔ ارے لوگو دیکھو کیسا مردوا ہے۔ ایک تو مجھکو بے ناحق چھوڑا طلاق دی مین نے قبول کی کہین محنت مزدوری کر کھاؤنگی۔ نوکری کر لونگی۔ اب میرا روپیہ امانت کا مارے لیتا ہے مولوی صاحب جہان طلاق ہوئی روپیہ بھی دلوایے۔

مولوی صاحب نے مفصل حال پوچھا۔ امیر بی بیحد رقت کے ساتھ ہچکیان لیکر اور رو رو پیٹے کے آنچل مین موٹے موٹے کبوتر کے انڈے کے برابر آنسو پونچھ کر سب حال بتانے لگین۔ یون پانچسو روپیہ دیے۔ یون امانت رکھے یون لال کنارے کے کپڑے مین باندھکر گھر رکھ آیا ہے۔ بلکہ بیس روپیہ الگ کونے مین بندھے ہین۔ ابھی آدمی ساتھ بھیجیے اگر نہ نکلین تو میرا ذمہ پھر میری ایک کوڑی نہین۔

اسپر مولوی صاحب بھی بگڑے اور دس پانچ دکنی زبان مین صلواتین سناکر حکم ناطق دیا کہ بھلا چاہو ابھی روپیہ اسکا دو۔ اگر نالش فریاد ہوئی تم پردیسی آدمی مفت رگڑے جاؤگے۔ دو تین حواریون کو ساتھ کیا۔ یہ بیچارے گم صم بندھا خواب سا کھاتا ہے بیحال۔ اور بدحال گھر آئے قفل کھولا۔ روپیہ اسی طرح انکو ملتے رکھے تھے۔

اب چون وچرا کی مجال نہین۔ امیر بی نے ایک ایک گن کے گنے اور روپیے نہین کہ سکہ باندھے۔ بیس روپیہ صرف انکے پلے رہے۔

انھون نے اسی وقت امیر بی کے ساتھ مکان کو بھی طلاق دی اور روتے پیٹتے نکل کھڑے ہوئے گھر سے۔

بھولے نواب مالی اعتبار سے بھی ہلکے پھلکے ہو گئے۔ صرف بیس روپیے اور وہ بھی خالی انکے پاس اور کوئی ساز نہ سامان۔ مسافرت درپیش بیکاری۔ آمدنی کی امید نہین گھر سے منگانا مصلحت نہین چلتے تھے کمانے۔ وہان آ کر پھر گھر سے لیجانیکا معاملہ ہوا۔

کاٹو تو لہو نہین بدن مین

یا قوت پورے تک نہ چلا گیا۔ دل کی طرح بیٹھ گئے۔ اور زار قطار رونے لگے تھین اتفاق سے ایک نیک بخت مہدوی چلے آتے تھے۔ انکو ترس آگیا۔ پاس آئے۔ حال پوچھا۔ افسوس کیا۔ دیر تک سوچتے رہے۔ آخر صلاح دی چلو ہمارے ساتھ۔ ایک تدبیر ہی۔ اگر قسمت میں ہی روپیہ مل جائیگا۔ ورنہ گیا تو ہی۔ گو امید کم تھی بلکہ باقی بقیہ کٹ جانیکا اندیشہ بھی تھا۔ ایسا نہوا کہ از درد باقی بماند مال بردہ کا معاملہ ہو۔ مگر پانچسو کی امید بھی تھی۔ چل کھڑے ہوئے۔

ایک مکان پر پہونچکر دستک دی۔ اندر سے ایک ادھیڑ نیک بخت نکلین ایرانی کی ہم سن یا کچھ ہی بڑی۔ پیشانی بلند۔ ہنس مکھ۔ آنکھوں میں چمک معمولی سے زائد گندم رنگ۔ ہاتھوں میں مہندی لگی۔ چھلیان بھی پڑین۔ کپڑے فی الجملہ صاف۔ دیکھتے ہی بھولے نواب کی جان نکل گئی۔ دودھ کا جلا چھاچھ پھونک کر پیتا ہی۔ سمجھے یہ پھنس گئے۔ لٹے اور پورے طور سے لٹے۔ جی میں کہنے لگے۔ ارے حیدرآباد کیا ٹھگوں کی بستی ہی۔ جس عورت کو دیکھو ٹھگوں کی بڑھیا معلوم ہوتی ہی۔ یہ نمونہ جوان اسکا بیٹا ہی۔ یہاں کے پاس پھانسنے لایا ہی۔ معلوم ہوتا ہی یہاں انھیں بھاتوں سے لوٹتے ہیں ہم تو سنتے تھے یہاں کے لوگ بھولے ہوتے ہیں۔ اور ملکوں والے یہاں سے لاکھوں کما لیجاتے ہیں۔ یہ ہمپر کیا کم بختی سوار ہی کہ جہاں جاتے ہیں لٹنے کے سامان نظر آتے ہیں۔ انھوں نے صورت دیکھتے ہی پیچھے کھسکنا شروع کیا۔ آہستہ کہنے لگے۔ وہ حضرت میں باز آیا میری جان چھوڑیے یہ آپ روپیہ لانے کی تدبیر کرنے آئے ہیں یا دوبارہ لٹوانے کی انکے تیور بھی مجھے اچھے نہیں معلوم ہوتے۔ میں باز آیا"

یہ چلے ہی تھے کہ مہدوی صاحب نے انکو پکڑا۔ سمجھایا بجھایا۔ بیچارے دبے۔ دم دلاسے سے پھر راضی ہو گئے۔ مگر کنکھیاں گھڑی گھڑی پر تھیں موقع تکتے اور بھاگ نکلے ہوں۔ بڑی بی نے پوچھا کیا کام ہی۔ کہاں چلے۔ یہ کون ساتھ میں۔ مہدوی نے کہا تمہارے پاس فریاد لائے ہیں۔ باہر کے ہیں۔ ہندوستانی ہیں۔ یہاں اس شہر میں ایک چالاک عورت نے انکو فریب دیکر پانچسو لیے۔ اب انکے پاس کھانے کو کوڑی نہیں۔ میری ہاں خاتون تم سے بڑھکر کون واقفکار ہوگا۔ تم اسکو جانتی ہوگی۔ تمام آپکی ہی۔ بھولے نواب عقل کی باتیں سن نہیں۔ دم میں دم آیا۔ حواس برجا ہونے لگے۔ سب حال مفصل

کہہ سنایا۔ ماماں خاتون بلا کی سمجھ دار تھین۔ اُسپر کارگزار بڑی بڑی سرکارون مین انکی رسائی۔ معاملات بھی خوب چکاتی تھین۔ جبتک گشتیان۔ رفتارنامہ۔ ہائی کورٹ وغیرہ نہ پیدا ہوے تھے تب تک اکثر مقدمے انکی وکالت سے فیصل ہوتے تھے۔ اب بھی عوام مین انکی ہوشیاری کی ایسی دھوم تھی جیسی بمبئی مین النوارٹی۔ مدراس مین مارٹن کلکتہ مین جیکسن کی ہے۔

واقفکار کہتے ہین۔ یہ زبان کی تیز بھی تھین۔ غصے کی جھاجھ مین بہت جلد منھ سے لام کاف نکال بیٹھتی تھین۔ اسی سبب سے اکثر لوگون سے ٹانڈا مینڈی رہتی تھی کہین امیرنی شامت زدی سے ان بن ہو گئی تھی۔ بات یہ ہوئی کہ ایک دن باتون مین یہ انکے بچون کو کوس بیٹھین۔ اُسنے انکے بچونکو کہا پھر تو خوب کوسا کاٹی ہوئی۔ بڑھتے بڑھتے ہاتھا پائی کی نوبت پہونچی۔ انکے جھونٹے اُسکے ہاتھ مین۔ اُسکے جھونٹے انکے ہاتھ مین۔ کپڑے لتے ہو گئے۔ مٹھیون بھر بھر دونون کے بال نچگئے۔ گویا گیاجی کر آئین۔ امیرنی کے ہاتھ پانون۔ اور انکی صرف زبان مین پھرتی تھی۔ وہ گرا کر اوپر چڑھ بیٹھی تھی۔ اُس دن سے دونون مین بڑی دشمنی تھی۔ لہو کی پیاسین۔ سارا قصہ سنکے ماماں خاتون نے غور کیا۔ سر ہلایا۔ نواب کی طرف دیکھا۔ اور تسلی دی کہ تمہارا روپیہ کوڑی کوڑی اگلوا دیا جائیگا۔ وہ مشکل ہی کیا مال۔ مگر آدھا حق المحنت مجھے دینا ہوگا۔ اور جو کہا جائے وہ کرنا ہوگا۔

ساری جاتی دیکھیے تو آدھا دیجیے بانٹ۔ مثل پہلے کی سُنی ہوئی تھی۔ خوشی سے راضی ہو گئے۔ کچھ امید۔ کچھ نا امیدی۔ اسی مارے یہ بھی یقین نہ تھا کہ روپیہ دینا ہی پڑیگا۔

اُسوقت طے ہو گیا کہ نواب بھولے صبح سویرے گجر دم انکا پیر حاضر ہون۔ روپیہ وصول کرنے کی تدبیر کیجائیگی۔ مگر جو ہدایت ہو اُسمین رتی بھر فرق نہ آئے۔

نواب کی یہ رات بہت جبری طرح کٹی۔ پورے طور سے یقین ہو گیا کہ ہندوستان مین جو مثل سنی تھی دکن کی کمائی کاندو تانے مین گنوائی۔ اُسمین کاندھ کا تالہ شاید یہان کی ایسی عورتین مراد ہون جہان ماماں خاتون کا وعدہ اسی التزام کو کچھ کچھ رفع کرتا رہا۔ وہ بھی وثوق کے ساتھ نہین۔ اندھا دیکھے تو بیتیاے۔

چوتھا باب

امید و بیم

نواب کو صبحیں تو بہت سی ہوئیں۔ اور زندگی ہے تو ابھی بہت ہونگی آج کی صبح تو کچھ عجیب ہی لطف کی ہے۔ امید کی صبح اور خوف کی شام دونوں کھچڑی مخلوط عجب گومگو پرسٹر کا خط بحث۔۔ روپیہ ملیگا؟ یا تنکے کپڑے چھن جائینگے؟ ماماں خاتون فرشتۂ رحمت ہونگی یا مصیبت کی چرخ تیل۔ احتیاط اٹھنے نہیں دیتی۔ چاٹ بیٹھنے نہیں دیتی۔ پھر آخر کچھ کرنا ہی چاہیے۔ اور کوئی دوسرا سر دست ہو سکتی نہیں ہے ایک دفعہ بستر سے اٹھے اور لیٹ گئے۔ مگر کسی کروٹ چین ہی نہیں پیٹ میں بالچھو کا افسوس کا رک اسکروٹنا ہو۔ دل میں پنکھے لگے ہیں۔ دماغ میں چرخی کی طرح چکر ہے افسوس۔ امید۔ بیم۔ شادی۔ غم کی پالی جمی ہے۔ آخر گھبرا اٹھ کھڑے ہوئے نہیں معلوم نادانی نا انجام بینی نے اسوقت ساتھ دیا۔ ہمت نے ہدایت کی یا حسب عادت عہدی پٹھان کے آنے سے مجبور ہوے مگر اسمیں شک نہیں کہ ہوے نواب چلنے پر مستعد ضرور تھے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا اور غریب الوطنی میں بات کا پوچھنے والا۔ اسی سبب سے تو ہزاروں ان دھتورا کھا کھا کے لٹ پٹ جاتے کبھی کبھی جان تک دیدیتے ہیں بیل یار رستے یار سرا میں ایک آدھ مل گیا بحال پرسی ہوئی۔ الرفیق ثم الطریق کا معاملہ ہوا۔ اور اکیلے دکیلے لوٹ لیے گئے۔ اور ایسے بھی بندگان خدا ہیں کہ ہمراہی کی وجہ سے وہ سلوک کرتے ہیں کہ عزیز قریب بہنوں کا دوست بھی نہ کریگا۔ بہ ہوں ہی پٹھان بھی انکو اسی طرح کے دوست تھے۔ مگر ابھی نہ ہم کو معلوم ہے نہ ہمارے نواب کو خاں صاحب کیسے نکلیں گے۔

مختصر یہ کہ خانصاحب اور نواب پھر پہنچے ماماں خاتون کے در دولت پر یہ پہلے سے انتظار میں تھیں۔ مگر منہ ہاتھ دھو رہی تھیں۔ خدا جھوٹ نہ بلوائے کوئی پاؤ بھر مسی سامنے رکھے دانت ترچھے زور سے مل رہی تھیں۔

ناظرین یہ کو کہتے ہونگے کہ دو گھنٹہ صبر کرنا پڑیگا۔ دکن میں عورتوں کا منہ دھونا دنیا کے اہم کاموں میں ہے۔ جب تک مع مبالغہ سیر دو سیر مسی مسوڑوں میں نہیں جذب کر لیتا ہے منہ کی حالت ہی جو ہوتی ہے ذلیل سے ذلیل اور ناپاک سے ناپاک گنواری ہوگی مگر منہ اور دانتوں کی صفائی میں کشنر خفقان صحت کی تاقی ہوگی اس سے منہ کے اور زنزلے کا

دانت دانتو پر نہین رہتا صورت کیسی ہی بری ہو جہ یان پڑ رہین ۔ عمر طویل مگر دانت
سوتی سے چمکتے ہونگے سامان صاحبہ اب دوپہر ڈھل جانے کے سبب بناؤ سنگار مین زیادہ
ساعی رہتی ہین ۔ پرانا مکان جلد جلد درست طلب ۔ کہنہ شال ہر سال رفو کی محتاج
پرانے پانون کو جلد پھیرنے کی حاجت منہ دھو چکین ۔ بالون مین تھوڑا بہت تیل ڈالکر
کنگھی کی ۔ اور بن ٹھن کر کونے مین پیٹھ پھیر کر جا بیٹھین ۔ یہ ناشتہ ہو رہا ہی اس سے
بھی فراغت ہوئی اب یہ تینون شخص ایک طرف کو چلے ۔ کہان ۔ لشکر جنگ کے باغ
شہر کے کنارے نالیان بہا دین پھر عائیان چڑھے گلیان ڈھکین عفونتون سے دماغ پریشان
ہوا ۔ نواب کی آنکھ جو لین ڈھیلی ہو گئین پسینہ آیا ۔ ایک ایک پانون من من بھر کا ہو گیا
پنڈلیون مین جان تک نہ رہی ۔ تانبا نوماندگی مین غرق ہو گئے سانس پھولنے لگی
خدا خدا کر کے پہونچے ایک ٹھٹے سے مکان کے سامنے ۔

ماما ن خاتون نے تنگی سے مکتب کو بتایا ۔ کہا اسمین امیرن کے دو لڑکے پڑھتے ہین
ایک کی عمر سات آٹھ برس کی ۔ نام یعقوب ۔ دوسرا نو دس سال کا نام غلام غوث ان
دونون کو بلانا اور کہنا چلو میرے ساتھ مولوی کو چھوڑ گئے ۔ کہنا انکی مانکو کل طلاق دیدی
مہر ادا کر دیا ۔ اب لڑکے ماں کے پاس رکھنا نہین چاہتا ۔ تم دیکھو سمجھانا نہین آگے بات ہم بنا لینگے ۔
نواب پہلے تو ٹھٹکے ۔ جورو کمکر تو یہ سزا پائی اب بیٹھے بیٹھائے کالے پانی جا بیٹھے سامان
معلوم ہوتے ہین مگر بندہ خوب مار رکھاتا ہی ۔ علاوہ اسکے اور دونکی صلاح پر چلنے کا شوق
بھی فطرتی تھا ۔ طوعاً کرہاً راضی ہو گئے ۔

شاید کہ ہمین بیضہ برآرد پر و بال عنقا گردد

بسم اللہ کہکے بڑھے ۔ سلام علیک ۔ وعلیک السلام ۔ مولوی صاحب ایک پنجابی ۔
بوڑھے سن رسیدہ تخت پر بیٹھے کھانس رہے تھے ۔ افضل الدولہ کے عہد مین تو مشغولی کے
جوہر کا قصیدہ ذاتی کی امید پر آئے ۔ ایک پنجسورہ آٹھ سال کی محنت سے لکھکر لائے تھے
پسند بھی آگیا تھا ۔ پانچہزار انعام کا بھی حکم ہو گیا تھا مگر افضل الدولہ بہادر کا انتقال ہوا
سر سالار جنگ اول ریجنٹ ہوئے ۔ امیر کبیر ریجنٹ ہوئے ۔ پیشکار ریجنٹ ہوئے محبوب علیخان
مسند پر بیٹھے ۔ لائق علیخان وزیر ہوئے ۔ آسمان جاہ مدار المہام بنے ۔ اب وقار الامرا کا زمانہ
ہی خزانہ بار بار لٹا اور لٹ رہا ہی ۔ مگر چونکہ جلدی کچھ نہین اور مولوی صاحب کا بھی قصد

رحلت نہین۔ اس سبب سے ابھی تک اُسکا تصفیہ نہین ہوا کہ انکو کہان سے روپیہ ملے۔
دیوانی والے کہتے ہین صرف خاص سے صرف خاص والے کہتے ہین دیوانی سے آپکا
انعام بھی گریہ جاری کے مقدمے۔ مہاجنون کے قرضے کے معاملے سے تنگ کر دیا گیا ہے
مولوی صاحب نے دفع الوقتی کے طور سے یہ شغل اختیار کر لیا ہے پاس پڑوس سے
دس بیس لڑکے آجاتے ہین۔ [illegible] ہین امیرزادی کے بھی چشم و چراغ تھے۔ نواب نے گرج کر
ہندوستانی بچے ہین لڑکے بالونکو۔ اور مولوی کو پڑھایا سبق آموختے کی طرح سنایا۔
مولوی تو منہ کھول [illegible] یا تصویر دیوارون کے بڈھے کی طرح نقش بدیوار رہ گئے بعض کا
قول ہے سہم گئے۔ بعضے کہتے ہین وطن یاد آیا۔ مگر ہم کہتے ہین کہ جدائی [illegible] اور چند پیسے ماہوار
کے نقصان نے ہکا بکا کر دیا لڑکے بھی قرآن کے صفحون سے آنکھ اٹھا معصوم نظر سے
باپ کا یون پیدا ہونا دیکھنے لگے انھون نے دونون کو ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔ بڑا تو نہین
مگر چھوٹا بسور کر رونے لگا "ہاری مان۔ اری مان۔ اری مان۔ اری ہان"
مولوی صاحب۔ ٹھہرو صاحب۔ آپ کون ہو۔ بڈا (بڑا) کرینہ (قرینہ) کچھ
ملوم (معلوم) تو ہو۔ یہ کیسی باتان کرتے ہو۔
نواب۔ معلوم کیا ہو۔ ہمارے لڑکے ہین لیے جاتے ہین۔ آپ کون ہین ہمکو اپنے
پاس رکھنا منظور ہے۔
لڑکون کی گریہ وزاری۔ انکے والد کی ہاہا ہی سے کتب کا شیرازہ ٹوٹ گیا۔
لڑکے پریشان ورقون کی طرح تتر بتر ہوگئے مولوی صاحب بھی (دس ہاتھ میں [illegible]
جریب کانپتے ہاتھ مین لیے تخت پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور پنجابی زبان مین [illegible]
[illegible] فرمانے لگے کہ اگر اس [illegible] ہین نواب صاحب سنئیے تو [illegible] صاحب و [illegible]
خاتون [illegible] پر بیت [illegible] گزرتے۔ ہان [illegible]
[illegible] کا فر [illegible] الفاظ [illegible]
نواب۔ [illegible] تیرا باپ آیا [illegible] وہان سے بڑا مولوی [illegible]۔ تیرے باپ کا اجارہ
[illegible] جاتے ہین اپنے لڑکے۔ تو کون ہے۔ انکی ماں [illegible]؟
[illegible] مین [illegible] صاحب اور [illegible] صاحب آ [illegible] مولوی صاحب کو
[illegible] معقول باتون اور کچھ [illegible] دیکھ کیا۔

اور تھوڑی دیر کے واسطے سکون ہوا۔

ادھر کی سنئیے جو ہین مکتب کے ایک لونڈے کی زبانی امیری بی نے واردات
کا حال سنا آگ بگولہ ہوگئین۔ پیچ تاب کھا کر اپنے بالون کا جوڑا نئے سر سے کس کر
باندھا دوپٹہ سنبھالا اور چل کھڑی ہوئین مکتب کی طرف۔ بھولے نواب کو تو پہلے ہی آ
سمجھ چکی تھین۔ مگر ماما ن خاتون کو دیکھ کر بات کی تہ پا گئین کہ یہ سارا انہین اسی کا
بویا ہی جی ہین کہنے لگین، تو مین امیری جو آج اسکو کچا نہ کھا جاؤن مارے یہ میری
پرانی سوت ہی۔ دیکھو تو آج کیسا مزہ چکھاتی ہون ہماری مقدمہ بازی ناک
رگڑتے نہ نکال دون تو اپنے باپ سے نہین کسی چمار سے

آتے کے ساتھ ہی ایک دو سٹر ہمارے نواب کو رسید ہی تو کر بیٹھین پر ہر گز اس
واسطے تیار نہ تھے سب ہستی بھول گئے صورت دیکھتے ہی جان نکل گئی گھگھی بندھ
گئی وہ مین مین کہتا ہون۔ یہ۔ یہ۔ یہ۔ کیا کرتی ہو۔ دیکھو۔ لیے مور مو۔ لی صاحب بچرا
امیری بی۔ اپنی کی شرارت ہی، اپنی تقصیر پر لو لون، مولوی صاحب نے منع نہ کیا کر
اپن کے پوتے اچھے (اپن پانے۔ پرورش کئے۔ اپن جنے۔ سارے شہر کے آدمی
جتنے سرکار کے سپاہی) جیتے پھر لونڈا کیا۔ اپن کا حق کیا نہین ہین؟ کچھ بھی نہیں

اور یہ کہکر زار و قطار رونے لگین۔ مولوی صاحب نے دیر تک ضبط کیا مگر
آدمی تھے رقیق القلب رہا گیا اور وجہ ہوگی۔ یہ بھی رونے لگے۔ مگر ناک سے
کیا وجہ کہ آنکھ کی بنسبت ناک سے زیادہ نزلہ گرتا تھا۔

ماما ن خاتون ایک معاملہ فہم نیک بخت تھین۔ انھون نے مولوی کو اپنی
منطق سے ایسا قائل کیا کہ آنکھین نیچی کر کے مولوی نے جبراً قہراً انگوٹھے
دے ہی دیا کہ باپ کو اختیار ہی لڑکے سیانے ہین جہان چاہے پہنچائے۔

اتنے امیری بی سنانے مین آ گئین۔ خاتون کی طرف غضب کی نظر کی۔ نواب
کو دبی زبان سے کوسا۔ پھر بچون کی طرف دیکھ کر بے اختیار آنسو نکل پڑے۔ ایک لمبی سانس
گردن نیہوڑا کر کچھ سوچنے لگین۔ ذہن مین بات آ گئی عہدی صاحب کو لیکر الگ ہوئین
ماما ن خاتون کو بھی بلا لیا۔ نواب بھی ادھر دونون انکو مگدر کی جوڑی کی طرح تھامے ہوئے
معاملہ کی بات چیت چھڑی۔ پہلے آہستہ گفتگو ہوتی۔ پھر آواز سے۔ امیری بی۔ اور

بھولے نواب جتنی باتین کرتے اُس سے چوگنے بگڑنے ماماں خاتون کے منھ سے پھول
جھڑتے۔ اوپر پاسنگ مین ہمارے خانصاحب بھی ارشاد فرماتے رہتے۔ لڑکو نکالو جھگڑا مگر
ماماں خاتون اور امیری کے تعلقات کی بحث گرما گرمی سے چھڑ گئی۔ انہون نے دعوت
مکان کی تلاش رہتی۔ ہان سب کا قصہ دہرایا۔ لیکن طلاق والا قصہ جان بوجھ کر
چھوڑ دیا یا اضطراب مین بھول گئین۔ ہم کو نہین معلوم۔ مگر کچھ ہرج نہین۔ وہ پیوند
نواب نے لگا دیا انکو سوا اسکے اور کچھ یاد نہ تھا۔ انکے دونون جمائی جب لڑکے لیجانے پر زور
دیتے تو یہ اُس حتا مین گانے والون کی طرح چپ ہو جاتے جسکے ساتھ اُس سے پتے والا اور ذرا
جلد باز ہوتا ہوا امیری گرم تو ہوتین اور دبی زبان سے یہ بھی کہتین جاؤ لیجاؤ مین کچھ
سے بچی ہ مگر جب بچون کی طرف دیکھتین تو چھاتی بھر آتی۔ ساری ہیکڑی کافور ہو جاتی ماماں
خاتون کو دس پانچ کھری سناتین۔ اور جواب مین اتنی ہی کھوٹی سنتین۔ ایک
طرف روپیہ کا خیال دوسری طرف اولاد کی مامتا۔ اور پھر وہ بھی لڑکے۔ لڑکیان بھی نہین
نواب تو طفل مکتب بمیر و دے بزندش نبین گئے ضرورت نے مجبور کیا تھا ورنہ پانچسو اور
وہ بھی اپنے کمائے نہین۔ باپ کی دولت۔ کیا حقیقت رکھتے تھے۔ رہی عدالت کچہری
وہ گویا بکری کے لیے مسلخ۔ مگر ضرورتون نے مجبور کیا تھا۔ ہان پوری سرگرمی تھی تو
خانصاحب اور ماماں صاحبہ کو۔ غرضکہ ٹھنی ٹھہری۔ بات بڑھی گفتگو کا لہجہ ذرا اُونچا ہوا
ہر مکتب کا ایک لڑکا پیشاب کے بہانے باہر شامل ہوا۔ دوسرا تختی سکھانے آیا تیسرا
دوات لیے آ ملا۔ غرضکہ ایک ایک کرکے بہت سے جمع ہو گئے مولوی صاحب دو دو سے
دیکھا شور غل۔ اور مکتب کی ویرانی پر خفا ہوے۔ جھلا کر حکم دیا دو چلے جاؤ۔ ورنہ پرسے
عدالت مین جھگڑا کر لینا۔ اب دونون فریق کو معاملہ ختم کرنے کی جلدی پڑی اور آخر
طے ہوا کا امیری پانچسو روپیہ نواب کو واپس دین اور خوشی سے لڑکے گھر لیجائین۔
امیری کے واسطے سنگھوا بہ دو سخت آمدہ مگر کرتین کیا۔ کچہری عدالت مین دیکھی
بھی نہ تھین۔ بڑی بات روپیہ پاس۔ مگر ماماں خاتون کی ہمیت۔ آخر بدحال مضمحل
گرد و غبار آہستہ آہستہ گھر گئین۔ حسرت کے ساتھ مکان کے کونے کو کھود اُدھیلے
ہاتھون برقعہ روپے نکالے۔ نم آنکھون سے انپر نظر ڈالی۔ بھاری دل سے رومال
مین باندھے آہ سرد بھری اور لا کر دھر دیئے۔ جن ہاتھون مین بچے گئے اُن ہی مین روپے

جن مین روپے تھے انمین بچے بیوپچے۔ تقابض الیدلین ہوا۔ اپنی اپنی دولت پاس آئی۔ نواب نے ہنسی خوشی اپنی راہ لی۔ مگر امیرنی کے دل پر ہر ہر روپیہ ایک ایک داغ چھوڑ گیا۔ اب لڑکے دونی قیمت کے ہوگئے۔

ماماں خاتون کی مہربانیون کا کیا پوچھنا۔ پانچسو کا بوجہ بہت تھا۔ انھون نے راستے ہی مین کم کرالیا۔ معاملے کی بات تھی۔ نواب نے ڈھائی سو چپکے سے حوالہ کیے شکریہ بھی ادا کیا جی مین سمجھے انگوٹھی اتنے ہی کو بکی۔ اب پھر گھر یاد آیا پھر اوداسی چہرے پر آئی افسوس دنیا کی خوشی کتنی ناپائدار ہے۔

آگے بڑھکر وہ دونون اپنی طرف رخصت ہوے۔ یہ پھر اکیلے۔ پھر روسیاہ مگر ماماں خاتون نے چلتے وقت کہا وہ اقرار یاد رہے۔ وہی جو مین کہون وہ تم کروگے بس تم اب میرے گھر پر چلکر رہو جب تک رہان ہو تمہین کسی طرف چلے جاؤ۔ نواب بہت ہی سٹ پٹائے۔ امیرنی ماماں خاتون کا تجربہ تو اٹھا چکے تھے۔ خانصاحب کا حال بھی معلوم نہ تھا۔ ڈرپوک ایک تو خلقی تھے۔ اب اور بھی ہوگئے تھے۔ ساتھ رہنا مصلحت نہین۔ ایکی ان ڈھائی سو کے جانیکا اندیشہ۔ تامل کرکے بولے۔

نواب۔ نہین مین کسی طرف کو چلا جاؤنگا۔

ماماں۔ تو کب؟

نواب۔ یہی دو ایک دن مین۔

ماماں۔ نہین آج ہی اسیوقت۔

نواب۔ بہت اچھا۔

ماماں۔ اور دیکھو نہ گئے تو کیا سزا۔

نواب۔ کیا بتاؤن جو تجویز کرو۔

ماماں۔ کچھ نہین۔ یہی تمھاری ناک کاٹ لینگے۔

یہ جملہ کچھ اس لہجے سے ادا ہوا تھا کہ نواب تمیز نکر سکے ہنسی سے ہے یا واقعی یہی منظور ہے مگر جب جدا ہوئے آگے بڑھے تو طرح طرح کے وسوسون نے گھیرا روپیہ اپنی طرف با معلوم ہوئے لگے شہر چھوڑنے کو تو چھوڑ دیتے مگر خط کے جواب کا انتظار تھا بغیر اسکے ایک قدم جنبش نہین کرسکتے تھے جی مین ٹھانی کہ جبتک جواب ملے

یونہین دن کاٹو بہت کرنا ماماں جی کی طرف نہ جانا۔ وہ ہی چار دن کی تو بات ہے۔ مگر روپیہ کیا کرنا چاہیے۔ اسکی حفاظت کیونکر ہو عجب لطف کی بات ہے جس دولت کی دنیا کو خواہش ہے۔ جو اسقدر محنت سے وصول کی گئی ہے۔ وہی اسوقت عذاب جان ہے یہ بھی نواب کی خوش قسمتی۔

اتفاق کی بات راستے مین ایک مسجد انھین نظر آئی۔ عالی شان، سفید، نئی [illegible] سال ہوئی ہے۔ نمازی جوق جوق چلے آتے ہین۔ انکو بھی کچھ منظور ہونے کی ضرورت تھی دم بھی لینا تھا چلے گئے۔ یہان ایک مولوی صاحب وعظ کہا کرتے ہین جو بڑے عالم زاہد۔ حکیم۔ عالم۔ فاضل۔ فقیہ۔ محدث۔ فلسفی منطقی۔ سبھی کچھ ہین۔ [illegible] تصویر کی شکل کا خیال بندھتا ہے۔ گورے چٹے۔ کتابی چہرہ [illegible] بڑی بڑی آنکھیں سرمہ دنبالہ دار سنت نبوی سر آنکھون پر۔ داڑھی [illegible] والی [illegible] بہت بڑا ہے [illegible] مین [illegible] عبائے [illegible] آیا شاہی جیل پانؤن مین۔ جلو مین دس بارہ خادم۔ کوئی پنکھا جھلتا کوئی آگے آگے ہٹو بچو کرتا۔ کوئی ناسدانی، رومال لیے۔ کوئی اوگالدان تھامے۔ کوئی داہنے کوئی بائین۔ کوئی پیچھے یہ سامان حشمت [illegible] دبدبہ دیکھکر اور بھی ٹھہر گئے۔ نماز کے بعد جناب مولانا نے داڑھی پر ہاتھ پھیرا۔ داہنے بائین نظر کی۔ بڑی قرأت اور خوش الحانی سے بعد بسم اللہ الرحمن الرحیم آیت قرآن پڑھی۔ آواز مین ایسا کچھ درد تھا کہ سننے والون کے رومال آنکھون تک پہونچ گئے بعضون کی ہچکیان لینے لگے۔ اور ٹھنڈی سانسین تو قریب سب حاضرین نے لین مولوی صاحب نے پہلے دکھنی اردو مین ترجمہ پڑھا تفسیر [illegible] شان نزول بتائی۔ اب وعظ کا رنگ [illegible] فلسفہ اخلاق [illegible] مذہب معاد و معاش پر تقریر ہو [illegible] دنیا کا کوئی علم و فن باقی نہ رہا جو صرف و نحو سے لیکر [illegible] تک [illegible] کیا [illegible] تصوف مین مولانا روم کی مثنوی گرد ہوگئی معقولات مین ارسطو افلاطون طفل مکتب تھے منقولات مین کتب خانے کھل گئے۔ بھولے نواب محو ہو کر محو ہو گئے۔ سر پانو کی خبر نہ رہی شہر کی نسبت جو بری راے قایم کی تھی اک تنفس کو دیکھ کے بالکل بدل گئی۔ [illegible] ایسا مقدس۔ ایسا [illegible] ہر تقریر سے [illegible] حسن عقیدت [illegible] خود [illegible] وعظ ختم ہو گیا۔ لوگ [illegible] کو بوسہ دینے [illegible] طرف [illegible] ہو گئے [illegible]

جتنے معتقد رہ گئے۔ انکو تقرب حاصل ہوا جناب مولوی صاحب خندہ پیشانی سے
تخصیص کے ساتھ مخاطب ہوئے۔ نظر ملتے ہی نواب کو حرارت سی معلوم ہوئی دماغ
ایک تو کمزور تھا ہی معطل سا ہو گیا تعقل سست ہوا۔ آنکھیں جلوے کی تاب نہ
لا سکیں۔ نظر اعتقاد کے وجہ سے نیچے جھک گئی۔ لوگ کہتے ہیں سحر جھوٹ ہے ہوگا
جنکے واسطے ہوگا۔ نواب تو مسحور ہو گئے۔ یا سحر اثر شیر کے آگے بکری سانپ کے آگے
مینڈک۔ بھیڑیے کے روبرو بندر۔ اگر کبھی دھیان بٹ جاتا تو شاہ صاحب کا
مسکرا کر پوچھ لینا سب دام رفع کر دیتا۔

آفتاب غروب ہوا۔ چراغ سب جلے۔ لوگ آئے بیٹھے اٹھے۔ چلے گئے۔
یاقوت پورے کی سیندھی پیشوں کے اندر پہونچی۔ چاؤش مست ہو کر کدوؤں پر
خالی بھرے کا جائزہ لینے لگے۔ چار نعرے پیپوں کے انبار بک چلے۔ جلسے و سیندھی
کے گھڑے آدھے سے زیادہ خالی ہو گئے۔ بعضوں میں گھونے میدے کی طرح صرف
تلچھٹ رہ گئی مسجد کے بوریے سمیٹ کر کونے میں کھڑے کر دیے گئے۔ بدھنیاں
گنگر تلے اوپر لگا دی گئیں۔ خادمین نے رومال جھاڑ کر کاندھے پر ڈالے۔ مولوی صاحب
اٹھے۔ خادموں نے جوتیاں اٹھائیں لب صحن جوڑا پیش ہوا۔ اوروں نے بھی جوتے
تلاش کیے۔ اب مولوی صاحب دولتخانہ مقدس کاشانہ کی طرف چلے بعض معتقد
راستے سے رخصت ہوتے جاتے ہیں۔ مگر نواب ساتھ ہیں۔ وجہ۔

یہ جب مسجد سے اٹھے ہیں تو پھر روپیہ کا دھڑکا ہو گیا۔ رات کو کہاں کہیں
مولوی صاحب سے بڑھکر کون معتمد اپنی خزانچی ہوگا۔ اسی فکر میں بیٹھے مگر کسی طرح حرف
مطلب زبان پر لانے کی جرأت نہوتی تھی۔ آخر مولوی صاحب کا مکان آ ہی گیا انھوں
نے بھی جی کڑا کر کے دست بستہ عرض کیا۔ ابھی جملہ مولوی صاحب ہنسکر بات کرتے تھے
سنتے ہی ترش روئی سے جواب دیا دنیا کی نجاست تم میں چھوتا نہیں امانت
دم کار پاس رکھا وہ یہ ہم لوگوں کا شیوہ نہیں ہے

نواب حضور میں غریب الوطن ہوں حضرت اپنی کسی خادم کو حکم دیجیے رکھ لے
میں زیارت کرتے ہی عقیدتمند ہو گیا ہوں۔ ذرہ تو اذنی ہوگی۔ ورنہ اسی جگہ
لٹ جاؤنگا یہی سرمایہ ہے یہی اندوختہ۔

مولوی صاحب نے پہلے خفگی ظاہر کی۔ پھر جسقدر اصرار بڑھا اُسی قدر انکار گھٹا۔ آخر یہ کہکر نوکر کو روپیہ لینے کا حکم دیا کہ تمھاری بیکسی اور غریب الوطنی پر از راہ اخوت اسلامی ترس آیا۔ پھر اگر لکھوائیے دیتا ہون دیکھو صبح ضرور لیجانا۔ ایک ایک روپیہ سانپ بچھو ہی۔ یہ کام دنیا کے کتون کے ہین۔ ہم اللہ والے لوگون کو انسے کیا واسطہ

پانچوان باب

جواب خط

نواب دیکھے مولوی لیکے۔ خوش خوش اپنی اپنی جگہہ تشریف لے گئے۔ اللہ اللہ دولت کی کیا نیرنگیان ہین۔ دنیا مین ایک وہ ایسے ہین جنکو روپیہ پھینکنے مین اطمینان او ایک اُسکے واسطے زمین کھودرہے ہین پھر حیران۔ رات بھر دونون کے خیالات رہے۔ کسی کو نہین علم۔ حیران وہ دونو تو اپنے حال مین مطمئن رہتے دیکھے۔ تب ذرا بھولے نواب کے گھر کی بھی خبر لیجیے مان کو سب تسلی دیتے تھے۔ میر صادق نے بھی کرڈون کے مرنے کے بعد اطمینان دلادیا تھا۔ مگر مان کی مامتا میت نہ تھی کہ دفن ہوسکتی۔ جسپر دو قرار بازار کی چیز نہ تھی لگالیتین خیال آئینہ نہین کہ ہٹادیتین۔ داغ دل کا جیبی نہین کہ بڑھادیتین خون جگر مہندی نہین جو چھڑادیتین۔ ایک تو پہلے ہی ادھر جھکی نہین اُسپر اس نے اور نمک چھڑکا۔ دل مین درد اور درد کے ساتھ تھمک اور تڑپ بھی بڑھ گئی۔ اندھے کے ہاتھ سے لاٹھی چھین گئی۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا نہ رہا۔ رنڈاپا۔ تر کے دوپٹے کے آنچل کبھی خشک نہ رہ سکے۔ مرے کے مرنے کا غم خدا بھلا دیتا ہی۔ مگر جیتے جاگتے کے غم کا کوئی اندازہ نہین کرتا۔ آنکھ پھوٹی ٹیڑھی ہوگئی۔ دانت گرا۔ درد گیا۔ مگر آنکھ مین تنکے کی کھٹک رگون مین اور سی سار ریشہ وہ اُلجھن پیدا کرتا ہی کہ خدا یاد آجاتا ہی۔ یہی حال نواب کی مان بیگم کا تھا۔ ایک تو یون ہی تھین کم خوراک۔ اب دو دو دن گذر جاتے ہین اور جی نہین چاہتا۔ سوکھ کے کانٹا ہوگئین۔ دن بھر منہ لپیٹے پڑی رہتین۔ کھانا دو چار نوالے وہ بھی جبرًا۔ دو ایک گھونٹ پانی سے زبردستی حلق تر کرلی۔ غشی تھی ہین اور بھی لنگیٹ دن بھر جیب پڑے رہنا۔ راتون کو دو لعد زخم مین بھرتا۔ یہی دو کام رہ گئے۔

میر صادق عادتًا ادھر اُدھر کرجاتے تھے۔ چھوٹے نواب کے جانے سے بیوا اُتے سے ہوگئے تھے۔ لیکن جب سے پولیس کو گرفتاری کا پتہ پہونچائے تھے ہتکڑیون بیڑیون سے

کچھ نڈر ہو گئے تھے۔ پھر بھی دوست کی یاد ستاتی ضرور تھی۔ خبر کا بھی انتظار تھا جس طرح آدمی کو روپیہ کی کھنک متوجہ کر لیتی ہے۔ ویسے ہی ڈاکیے کی لال پگڑی تھی۔ ایک دن خط آ ہی گیا۔ لفافہ کچھ خط بدل کے لکھا گیا تھا پہلے تو سوچنے لگے۔ کس کا ہے۔ پھر کچھ شبہہ ہوا تذبذب ہی میں کھولا۔ تو بھولے نواب۔

جی باغ باغ ہو گیا۔ غور اور شوق سے حرف حرف پڑھا۔ کئی دفعہ پڑھا۔ دم بھر ٹھہر کر گئے ڈیوڑھی پر۔ پردہ ہوا۔ سب ہٹ گئے۔ بی مغلانی جنھوں نے نواب کو بہت کھلایا تھا پاس آ گئیں۔ آہستہ آہستہ سب سنایا۔ مارے خوشی کے ماں رونے لگیں۔ کچھ تسکین ہوئی۔ مگر برق کی پیاس سے جو اور پیاس لگتا ہے۔ دیر تک سنانے میں رہیں۔ کیا کہیں جب بہت کچھ کہنا ہوتا ہے تو کچھ نہیں کہا جاتا۔ بولیں تو کیا کہ وہ آئیں گے کب؟

[illegible] ق۔ جی اب کیا ہے۔ آئے سمجھئے خدا وہ دن بھی لائیگا۔

[illegible] پھر لکھو جلدی آئیں جلدی اب کوئی بات نہیں رہی۔ یہاں تمنے بندوبست کری [illegible] صاحب۔ تم بھی میری اولاد ہی ہو۔ مجھ رنڈیا۔ منڈیا۔ دکھیا پر ترس کھاؤ ایسا کچھ لکھو کہ [illegible] چلے ہی آئیں۔

[illegible] صاحب۔ جی ہاں دیکھیے لکھتا ہوں۔

[illegible] دن بعد آج بیگم کو پاندان یاد آیا اپنے ہاتھ سے گلوری بنا کر دی [illegible] رخصت ہوئے۔ گھر پر آ کے خط لکھنے بیٹھے۔ روا روی میں صاف صاف سب [illegible] [illegible] جاک کر ڈالا۔ اب ذرا سوچ سمجھ کر لکھا۔ پھر بھی [illegible]

[illegible]

جواب خط

[illegible]

الا احتیاط شرط ہی۔ یہان ہنوز روز اول ہی۔ اس بارے مین داروغہ صاحب نے دلچسپی لی تھی۔ مگر ایک جفت کڑا طلائی سے دہن سگ بلقمہ دوختہ بہ عمل ہی آیا اسقدر قربانی گئی مصلحتون سے امیرا پر (غیر مناسب) نہ تھی۔ یہان ہنوز مطلع صاف معلوم ہوتا ہی۔ کوئی اسٹارم (طوفان) نمودار نہین ہوا اور اسکا ابھی پتہ نہ لگا اگرچہ عدالتون کے خبری کوانٹ جانے آنے والے) اکثر پوچھے گئے۔ لیکن کوئی نہیں اسقدر مہ ایسا نہین معلوم ہوا۔ مگر اتبک خاموشی اسٹرینج (تعجب انگیز) ضرور ہی آپ خدا پر بھروسا اور اپنی بارود خشک رکھیے۔ ہر امر غیبی کے واسطے تیار رہیے۔ بیگم صاحبہ نے فرمایا ہی ارادہ ادھر آنیکا کیجیے۔ اگر ریٹرن (واپسی) کا جلد ارادہ ہو تو خوشخبری دیجیے یہان بیگم صاحبہ کی گریف (غم) سے غربت آمیز حالت ہی وہ تو بالکل ہرجید (دکھیا) آپ کی فنانشل (مالی) حالت کیسی ہی۔ مجھے اس امید پر بھروسا ہی کہ آپ یہان کے لوگون سے انڈر ڈیوس ہو گئے ہونگے۔ تو اب وہان سے جو ڈوائس (مشورہ) ہو اس سے معزز فرمائیے۔ اور اگر کوئی لیگل (قانونی) دوست ہو اوس سے مشورہ کیجیے کہ مین اوسکو لکھون۔ کیونکہ یہان کوئی میرا فرینڈ نہین جو اسوقت ہماری رہنمائی کرے۔ بلکہ مین تو ایک قدم اور آگے جاکر کھلا کہتا ہون کہ آپ کے جانے سے بالکل متروک ہون۔ اور یہان آپ کے مکان کا مینجمنٹ (انتظام) بالکل پاشان ہو گیا ہی اور اگر آپ خفیہ آجاتے تو تھک کرکے جہان چاہتے واپس چلے جاتے حکیم صاحب کے متعلق جو میری رائے تھی وہ مین نے افسوس کے ساتھ واپس لی۔ وہ گرڈن کے معاملے مین کافی سے زیادہ کوشش کرکے دکھا چکے کہ با اثر دوست آپ کے خاندان کے ہین۔ اگر انکی ہلپ (امداد) مشتمل ہوکر کوشش ہوئی تو سکسس (کامیابی) کی امید کافی سے زیادہ ہو سکے گی۔ اور انکی لائلٹی (خیر خواہی) کا پروف جانچا جا سکیگا۔ مین مفصل حال کا انتظار بہت بیچینی سے کرونگا۔ کیونکہ تمام کارروائیان اسی پر رکھی جانا مناسب ہین

مین ہون آپکا سچا

ام ایس

خط لکھا گیا۔ لفافے پر نام بھی وہی لکھا گیا۔ مگر دن کو ڈاک مین ڈالنا مناسب نہ معلوم

ہوا۔ رات کو سواری کرایہ کی کی۔ اسٹیشن پر اپنے ہاتھ سے ڈال آئے
یہ تو ادھر تحریر خط مین مشغول تھے وہان آہستہ آہستہ دبے پانؤن خبر چلی
گھنٹہ بھر مین مشہور ہوگیا۔ نواب کے یہان سے خط آیا۔ مغلانی نے ماماں جی سے آہستہ
ماماں نے دربان سے۔ دربان نے گنگا دین نمبیے سے جسکے یہان سے صبح آتا تھا۔ نمبیے
نے جورو سے جورو نے ہنسکر پولیس کے سپاہی سے جو اکثر اسکی دوکان پر آکر بیٹھتا تھا۔
دوسری شاخ یون چلی کہ خاکروبن نے کہین گھر مین سن گن پائی۔ وہ جس گھر گئی اور باکو
کھانے کو دم بھر بیٹھی وہین پہلے خبر یہی سنائی۔ شدہ شدہ حکیم صاحب تک پہونچگئی۔
اس اعلان کی وجہ یہ بھی تھی کہ پہنچنے والا آخر مین منع بھی کر دیتا کہ دوسرے سے نہ کہنا
اور ایا ان کی تو یہ ہی بیگم نے اس خوشخبری پر مٹھائی منگواکے نذر دلوائی تھی۔ اسنے
نقارے اور ڈھنڈھورے کا کام دیا۔

میر صاحب یہ رنگ دیکھکے دنگ ہوگئے۔ بہر افق ہونق۔ حواس باختہ گھبرائے۔
اگر نوع دگر ہوا تو ہوے نواب کیا کہین گے۔ نہ معلوم کون آفت آئے۔

آپس کی بات چھپتی نہین سب انسپکٹر کے معاوضے کے واسطے گردنکی کڑی غدا
ثقیل تھی۔ مگر حلق سے ادھر ہلکی ہوا انسپکٹر سنکر دانت پیسکر رہ گئے تھے۔
انھون نے نرم طریقے سے کسر نکالنی چاہی۔ سب انسپکٹر سے کہا پچاس کی ردی
سو کا مخمل پچیس کی ساٹن لیٹ مین خبر تھی۔ پانچ مین شاہ جہانپور کی شکر دس من
میدہ فلور مل کا بیس پیلا سنگ آمد و سخت آمد۔ اگرچہ در مخمل و نیبہ ملفوف و باشکر و میدہ
مخلوط آمد۔ مگر فکر مین تھے کہین چھٹکارا ہاتھ لگے۔ بلی کے بھاگون چھینکا ٹوٹا۔ خط کی خبر انکو
بھی پہونچی حکیم صاحب عرضی نالش کو بھی سن چکے تھے اسدفعہ چال بدلی۔ رد سے دو جا کے
کارروائی تجویز کی گئے انسپکٹر کے پاس۔ سرگوشی ہوئی۔ دونون ملے۔ یہ مسکرائے۔
وہ ہنسے۔ انھون نے انکی طرف دیکھا۔ انھون نے انکی طرف اور تو کچھ نہین سنا صرف ہان
بہت اچھا ابھی ٹھیک ہے بس کافی ہے پھر ہم دیکھ لینگے یا سکتے کے البتہ گنہگار ہین

میر صادق گھر مین بیٹھے ماماجی پر خفا ہو رہے ہین۔ وہ ضیافتی سودے کو گئی
ابتک نہین آئی۔ اتنے مین ماما آئی مگر گھبرائی ہوئی۔ یہ کچھ کہنا چاہتے تھے اسنے گھر
مین قدم رکھتے ہی آواز سے کہا۔ میان کوئی آدمی باہر کھڑے آپکو بلاتے ہین۔ تھانے پر

کے معلوم ہوتے ہیں۔
میر صاحب یا تو آگ تھے یا برف کی طرح ٹھنڈے ہو گئے۔ جوتا ڈھونڈھتے ہیں ملتا نہیں۔ گھر سے نکلیں یا کہدیں نہیں۔ مگر کمبخت تو ٹو پوڑ رہی ہے میاں کو تخاطب کیا تھا۔ یہ بھی کچھ دیر سے خفا ہو رہے تھے۔ تن بہ تقدیر باہر نکلے قصہ اشنا کرنا ہی پڑا مگر داروغہ صاحب اور حکیم جی کے چہروں پر بھی کچھ اطمینان نہ تھا۔ بندگی سلام مزاج پرسی کے بعد حکیم صاحب کو کوٹھری میں لے گئے۔ با آہستگی بیان کیا کہ میر صاحب غضب ہو گیا۔ ہم نے تو سخت کوشش کی تھی بات چھپی رہے۔ مگر کسی مخبر نے کوتوال صاحب سے کہدیا۔ انھوں نے داروغہ صاحب کو بلا کر ہدایت کی۔ اب معاملہ دور تک پہونچا۔ داروغہ صاحب جو ابھی تک چپ تھے کہنے لگے وہ حضرت ہم تو جو شرافت کی آبرو جاتی دیکھتے ہیں بڑا رنج ہوتا ہے جہاں تک ہو سکا کسی پر آنچ نہ آنے دی۔ مگر آپ گھبرائیے نہیں ہم تو اپنی طرف سے سب انتظام کر دینگے معاملہ ہاتھ سے باہر نہیں گیا۔ مگر کوتوال ایسا بیہودہ آیا ہے کہ شریفوں کا دشمن ہے۔ کپتان صاحب کے باپ کمشنر تھے انکے خانساماں کا بیٹا ہے کارگذاری میں کچھ لیاقت نہیں۔ سبز باغ دکھانے میں ہوشیار ہے۔ بلا کا رشوت خوار ہے ہم لوگ اگر لیتے ہیں تو ستاتے نہیں۔ اور یہ تو بڑا ستم کرتا ہے۔ غرض تو ہم کچھ کہہ گئے مگر بدون آپ کے کوئی انتظام نہیں کر سکتے۔ اور خدا ہم سے آجکل ناخوش بھی ہیں۔ لیکن آپکا کام بگڑنے نہ پائیگا۔ بہتر ہے آپ کسی وقت انسے مل لیجیے۔"
میر صادق پر گویا بلا نازل ہوئی۔ گھبرا کے پوچھنے لگے "کوئی بات میرے واسطے تو نہیں۔ جناب آپ جانتے ہیں۔ تو آپ جیسے مجھے کوئی واسطہ نہیں۔ ہاں ملاقات تھی سو ایسی سیکڑوں سے تھی۔ یقین انکے حالات سے واقف نہیں۔ واللہ باللہ آپکے سر عزیز کی قسم مجھے اصلا خبر نہ تھی۔ یہ معاملہ کیا ہے وہ تو کہیے حکیم صاحب نے صاحب سلامت ان بیچاروں کی محبت میں کیسے وہ معاملہ طے ہو گیا۔ واللہ آپنے وہ مہربانی کی کہ آج اپنا کوئی عزیز ہوتا تو نہ کرتا۔ تا زندہ ام بندہ ام۔ ذری سب ڈپٹی کلکٹر ہیں تو کہیے وہ کیس کونسا واقع ہوا ہے
داروغہ جی کیس ابھی کیسا۔ اب مواد جمع ہو رہا ہے اگر مقدمہ ہی قایم ہو جاتا تو ہاتھ پاؤں چلانے کا موقع ہی کیا رہتا۔

میر صاحب۔ تو آپ جو فرمائیے کیا جائے

حکیم صاحب۔ اجی آپ گھبراتے کیون ہین جبتک ہمارے دم مین دم ہی کسی کا رویان کی میلا نہونے دینگے۔ ہر طرح کی کوشش کو حاضر ہین۔ یہی نا جہان سیکڑون ہان لٹ سوا سیر انکی مان بچاری پر سمجھو تو ترس آتا ہی۔ ابھی مارے ہمنے کہا بھی خبر کر دینا چاہیے کچھ پیسنا کر لین۔ بتہوے موذی کا سامنا ہی ہمارے کو تو ال صاحب کا پیٹ تمہی بڑا ہے۔

حکیم صاحب۔ (مسکرا کر) اجی ہان جلیسے پولیس بنول۔

میر صادق۔ اچھا مین جاتا ہون۔ بیگم صاحب کے یہان۔ وہی بلا کی دوڑ مسجد میر صاحب نے اضطراب مین کچھ نہ سوچا چلے گئے سیدھے۔ اور بلا تمہید سخن پیش کر دیا۔ دنیا مین صرف چند ہی باتین ہین جنکی تکرار مین لطف ہوتا ہی۔ اسدفعہ وہ اگلی سی گرما گرمی نہوئی۔ بیگم بھی ویسی نہ گھبرائین۔ رنج سہتے سہتے یا کچھ اور سمجھ کے ہان کچھ چین بہ جبین البتہ معلوم ہوئین۔ رنج ہونے سے۔ بدگمانی سے۔ لاچاری سے پہلے تو کچھ نہ بولین۔ دیر کے بعد کہا "لوگو کیا غضب اندھیر ہی۔ اتبو زندگی دشوار ہوگئی ہی۔ خدا انکو غارت کرے جنھون نے مجھ دکھیا کو ستا رکھا ہی اور تو کیا کہون۔ بی مغلانی ناک پر انگلی رکھکر بولین "لو صاحب اب یہ اور شغلہ اٹھا ہی مین کہتی ہون پولیس والون نے سمجھ کیا رکھا ہی کوئی انکے باوا کا قرضہ ہی"۔ امیرن ماما بھی اس دفعہ موجود تھین۔ "یہ تو خوب آئے دن کا نخرا نکالا ہی"۔ آج میر صاحب کی آو بھگت بھی کم ہوئی کسی نے پان کو بھی نہ پوچھا عورتون نے جھلاہٹ مین کچھ نہ خیال کیا۔ میر صاحب اس سے زیادہ اور کچھ نہ سمجھ کے خاطر نہوئی۔ عورتون کی بات یون بھی آدمی نہین سمجھ سکتا۔ اور میر صادق۔ لاحول ولا۔ اب یہ منتظر ہین کہ ایسا کچھ جواب ملے جو داروغہ کو خوش کرے۔ اور بیگم صاحب و کمینی کی خواہش کہ میر صاحب کسی طرح دفان ہون۔ ان دونون باتون مین کچھ وقت تھی۔ اگر کوئی دوسرا ہوتا تو کسی نہ کسی جواب کو لیکر جاتا۔ مگر میر صادق سے منزلون دور تھا۔ آخر دیر تک گفتگو رہی مطلب کی ایک بات نہ معلوم ہوئی۔ اور میر صاحب ہی کو غصے یا نا امیدی سے اٹھ جانا مناسب معلوم ہوا۔ جاکر داروغہ سے صاف صاف کہہ دیا کہ وہان کوئی کچھ سنتا ہی نہین مجبوری ہی ایک تو اب کچھ پاس باقی نہین۔ دوسرے وہ بھی سچ کہتی ہین کہ ہم تو دے چکے مین اب کس

بابت دین۔ عورتین کمبخت سمجھتی نہین

اگرچہ جواب پر غصہ معلوم ہوا۔ دھمکی کی ضرورت تھی۔ مگر دھمکی سُنتا کون میر صاحب پہلے ہی سے دھکے ہوے تھے۔ بیگم کے یہان یہ گڑبڑ۔ کام نکالنا ضروری بغیر اس چورن کے گڑبڑ ہضم نہین ہوسکتے۔ لیکن اسکو داروغہ جانین یا حکیم۔ اگر میر صادق اور بیگم کو علم ہوتا تو کوئی آشنا بھی پریشان نہوتا۔ حکیم صاحب سبھی کو سمجھ گئے تھے۔ کہ میر صاحب کے اعتبار کا دوالہ نکل چکا ہی۔ خود بیڑا اُٹھایا۔ اور بیگم کی ڈیوڑھی پر۔ دربان کا بھائی اُنکے پاس خدمتگاری مین رہ چکا تھا۔ اسنے خاطر سے بٹھایا۔ محل مین اطلاع کرائی۔ زبانی پیام گیا۔ بیگم صاحب کیا ستم کرتی ہین۔ یہ تو تھانیکا خرچہ تھا۔ اس سے زیادہ دینا ہوتا ہی۔ وہ تو کہیے مین نے بہت کچھ کم کرادیا۔ اور اب تو معاملہ دھم تک پہونچگیا۔ وہان کے لیے کچھ چاہیے یا نہین اور محمد بنا مین صرف آشنا کہتے آیا تھا۔ جانتا ہون کہین کوئی تھانے والا دیکھ لے گا۔ حکیم صاحب گھر گئے۔ رات کو بی مغلانی حکیم صاحب کے یہان گئین روغن قاز ملی ہوئی باتین ہوئین۔ اور تصدیق ہوگئی کہ پہلی رقم مین غبن نہین ہوا

میر صادق مضمحل بست کچھ سوچتے گھر آئے۔ دیر کے بعد شبہ ہوا کہ اعتبار کچھ کھٹکھٹا ہوگیا۔ خیال کا آنا اور غصے کا چڑھنا۔ اُٹھکر ٹہلنے لگے۔ قسم کھالی کبھی نواب کے گھر نہ جاؤنگا۔ قلم دوات لیکر فوراً بھولے نواب کو خط لکھا۔

خط

ڈیر نواب۔ میرا خط پہونچیگا۔ بغیر انتظار اُسکے کہ وہ پہونچ لے ایک ضرورت اور پیدا ہوئی ہی۔ جو بہت امپارٹنٹ (اہم) ہی۔ اور میری ایکلی فرینڈشپ (دوستی) پر تینر اخرڈالنے والی ہی۔ یعنے آج یہان ایک معاملہ بہت کریٹیکل (نازک) پیش آیا جسمین میرے اعتبار پر الزام کا دھبہ آتا ہی۔ آپکو جاننا چاہیے کہ مین اولڈ فرینڈ (پرانا دوست) ہون مگر ایسا ٹریٹمنٹ (سلوک) برداشت نہین کر سکتا۔ اسواسطے بھائی تم کو لکھتا ہون مجھکو کارسپانڈنس (مراسلت) سے محروم رکھو۔ اور کوئی دوسرا بندوبست کر لو۔ مین تمھارا خادم ہون تا زندہ ام بندہ ام۔ مگر تمھارے گھر مین جو لوگ ہین وہ جانتے نہین غبن کیسا ہوتا ہی۔ انھون نے مجھے آج بجا بہت انسلٹ (ذلیل) کیا اور اب افسوس ہی تم موجود نہین ہو۔ ورنہ مین حق رکھتا ہون کہ تم سے اس ٹریٹمنٹ (برتا

کی اپا بوجی (معذرت) طلب کرون. مگر اسوقت مصلحت نہین اب تم جانو تمہارا
کام جانے - مین نہین کہ سکتا کس خطا پر یہ سزا دی گئی ہے -
اب آپکو جس طرح ہو بھاگنا چاہیے - اور اپنا انتظام کرنا چاہیے ممکن ہے کچھ
دن موتو (غرض) لوگ قائم کرین اُس ترک کی - مگر مین تمہاری محبت اور
مہربانی پر ٹرسٹ (اطمینان) رکھتا ہون - اور خدا کے سپرد کرتا ہون -

تمہارا اشل سابق
اوبیڈینٹ سرونٹ (اطیع خادم)
میر صادق رضوی

مکرر آنکہ مجھے بہت رنج ہے آج - تمہاری جدائی آج محسوس ہوتی ہے -

تمہارا یار
صادق

سہ کرر آنکہ مجھے اب ایسا کوئی کام نہ لکھنا آئندہ سے کہ ڈیوڑھی پر جانا ہو

صادق

یہ خط بلا کسی لحاظ و احتیاط کے فوراً روانہ ہوا - رات کو میر صاحب نے کھانا
نہ کھایا روئے - دھوئے - اماں کو گالیان دین - دروازے سے چیختی آتی ہے بچون
کو مارا - شور کرتے تھے سیدانی پر خفا ہوے - یان مین چونا ذری زیادہ تھا - کھٹوائی
کھٹوائی لیکر پڑ رہے - نیند نہ آئی - بچھونا اُٹھا کر پھینک دیا - پلنگ کو خوب لاٹھیان
مارین - کھٹمل زیادہ تھے کھٹمل شہید ہوئے بھی شہید کے جھلنگے پر پڑ رہے -
بیگم صاحب کے یہان جھلاہٹ کم ہوگئی - مغلانی کے ہاتھ جو بیگم صاحب نے
کہلا بھیجا اوس سے بیگم کو سناٹا ہوگیا - ضرورت کے وقت چیزون کو جدا کرنا پڑتا ہے
تو بہت سی چیزین فضول ہو جاتی ہین - آخر صندوقچے کے زیور کو بنظر انتخاب
نے ٹٹولا - اکیلے ہوتے ادھر کدھر خیال جاتا - اسدفعہ بہت ہلکا ہوگیا - مغلانی کا شورہ
غالب تھا میر صاحب کا ذکر اگر بیگم کرتین تو یہ حیلے سے بات ٹال دیتین - اور اب ضرورت بھی
نہ تھی - مغلانی اور حکیم صاحب نے براہ راست معاملات طے کرنے کا انتظام کر لیا
تھا - اور دونون کے واسطے مفید تھا - کیا وجہ کہ اب مغلانی کو بھی سوجھ گیا

کہ یہ گھر سدھرنے والا نہیں۔ چراغ سحری ہے بطور تبرک کچھ کھرچن ہی لے لو۔ بیر
نی مغلانی بیگم کے پاس بیٹھنے تو کم آتی تھیں۔ کچھ بے شغلی۔ کچھ گھر میں سناٹا۔ کچھ
بیگم کا سکوت۔ سوتیں کن دیا رودیتیں۔ یا رونی صورت بنا کر خاموش پلنگ پر کتے کی طرح
بیٹھی رہتیں۔ مگر اب صبح ہوئی۔ آ بیٹھتیں بیگم کے پاس خاموش یا حکیم صاحب کے
بیاہوں کا وظیفہ۔ آہستہ آہستہ میر صاحب نقطہ تھے۔ اب کے اسباب کا عالم بی مغلانی
تھے نواس داماد کے ذریعہ سے ٹھہرا کئی روز کی گفتگو کے بعد دوبارہ آیا۔ زیور اونے پونے کچھ
حکیم صاحب نے خریدا کچھ دلالی میں مغلانی کی نواسی کو ملا کچھ مہاجن نے بیچ لیا۔
غرض ایک ہزار جمع ہو گیا۔ تجویز ہوا داماد صاحب بھی پہونچاتے ہیں۔ یہ لطافتیں آدمی
تھے نام فضل علی ماں کی طرف سے تو خیر مگر باپ انکے بھی بھلے آدمی تھے۔ کچھ انکو تعلیم بھی
دی تھی۔ انگریزی میں ایس نو دس گز سمجھ سکتے تھے۔ ایک بیگم کے مختار بھی رہ چکے تھے۔ یہ
اور حکیم کرایہ کی گاڑی کر چلے انسپکٹر صاحب سے ملنے۔ نقد روپیہ ساتھ۔ گاڑی کے ٹٹو اڑیل
تھے اسکی سبب سے چابک کی حاجت زیادہ رہتی۔ ایک آدھ زخم زیادہ پڑ گیا تھا۔ راستے
میں کہیں اُدھر سے سپرنٹنڈنٹ پولیس آتے تھے۔ یہ ظلم حیوانات پر خلقی طور سے ناخوش
ہوتے تھے۔ امیر کے بیٹے تھے۔ انکے باپ سویلین۔ مگر نیکی کی شدت یا طبیعت کی نامناسبت
سے سول سروس کا امتحان پاس نہ کر سکے تھے۔ اسی واسطے پولیس کے صرف سپرنٹنڈنٹ
رہے تھے۔ انھوں نے گھوڑوں کو دیکھ گاڑی رکوالی۔ نمبر لکھنے کو۔

فضل علی سمجھے دال میں کالا ہے۔ چور کا دل کتنا جھپ سے اتر پڑے۔ نہایت
ادب سے سلام کیا۔ ہاتھ جوڑ کر "حضور مالک ہیں۔"

صاحب۔ نہیں نہیں۔ تم سے مطلب نہیں۔ ہم کہالی گاڑی کا نمبر لینا مانگتا۔
کوچبان سے، تمہارا نام کیا ہے؟

فضل علی۔ حضور میرا نام فضل علی۔

حکیم صاحب فربس آدمی تھے۔ رنگ بیرنگ دیکھکر یہ تو دوسری طرف سے اتر
آڑ میں بیٹھتے ہوئے۔ سپرنٹنڈنٹ کو پہچانتے تھے۔ ایسے گھبرائے کہ گھر پہونچ کر گرے
میں جا چھپے۔ نبضیں چھوٹ گئیں۔ اور بعض کہتے ہیں قارورہ بھی۔ یہ انکی عادت تھی۔
فضل علی ہی کو نہیں۔ اکثر مریضوں کو بھی منجدھار میں چھوڑ دیتے تھے۔

اتنے مین گاڑی مین تھیلی روپیون کی نظر آئی۔ ہم آپ کو نہین سپرنٹنڈنٹ صاحب کو گاڑی والے کی جان بچی۔ صاحب عادتاً کچھ سمجھ گئے۔ پوچھا "ول یہ روپیہ کسکا؟"
فضل علی بفضل خدا سسٹ پٹائے سوال تو ملکیت کے بارے مین تھا۔ آپکا خیال صرف تک دوڑ گیا۔ گھبرا کے بولے۔ جی ہان۔ مین عرض کرون تھا۔ ایک بڑا ضروری کام تھا۔ دیر ہوئی جاتی ہو۔ اجازت دیجیے دوسری گاڑی کر کے تھانے چلا جاؤن یہ گاڑی حضور کے بنگلہ پر حاضر رہے۔

صاحب۔ ول کیا کام۔

فضل علی۔ کچھ ایسا ہی کام ہو۔ عرض نہین کر سکتا۔

صاحب ایک سمت سب سے الگ لے گئے۔ شانے پر ہاتھ رکھا۔ آنکھ سے آنکھ ملائی۔ آہستہ تشفی دی۔ پوچھا "تم ٹھیک ہم سے بولے کیا کام ہے؟"

فضل علی۔ (ہاتھ جوڑ کر) حضور مالک ہین۔ ہم مالکون سے بھلا جھوٹ بول سکتے ہین؟ بولیے جناب۔ مگر آپ وعدہ کیجیے کسی سے کہیے گا تو نہین۔

صاحب۔ ول کچھ گڑبڑ نہین ہونے سکتا۔ آپ صاف صاف بولو گھبراو نہین۔

فضل علی۔ (داہنے بائین دیکھکر) حضور انسپکٹر صاحب کو دینے۔

صاحب۔ کس بابت۔

فضل علی۔ حضور۔ وہ بھولے نواب کہین بھاگ گئے ہین نا انھین کی بابت۔ اُنکی مان بچاری تباہ ہو گئین۔ جو کچھ تھا سب میرے ہاتھون بیچ باچ کر یہ جمع کیا۔ انسپکٹر صاحب ہزار سے کم پر راضی نہوئے کہتے تھے۔ آج نہ پہونچا تو وارنٹ کاٹ دیا جائے گا۔

صاحب۔ ول۔ نواب کیا جرم کیا۔

فضل علی۔ بس یہی بھاگ گئے۔ چھپ گے۔

صاحب۔ ول۔ اُسکا مکان کہان؟

فضل علی۔ حضور۔ وہ مرغ خانے کی بائین طرف والی گلی مین۔ آگے چل کے بھلا سا نام ہو نکڑ پر بھوسے والے دوکان ہو۔ آگے بڑھ کر نالے کا پل ہے اونچا سا پھاٹک ہو اب بند رہتا ہے۔ آگے بڑی رونق تھی۔

صاحب۔ اچھا اچھا۔ تم جاکر انسپکٹر صاحب کو دے۔

صاحب نے حال سُنکر پہلے تو پورا یقین نہ کیا تھا۔ مگر جب یاد آیا کہ دو ایک نے اور بھی شکایت کی تھی۔ شاید اصلیت ہو۔ چھوٹی رقمیں ممکن ہے نہ لیتے ہوں۔ بڑے پر۔ بڑے بڑوں کی رال ٹپک پڑتی ہے۔ فضل علی سے کہا۔ اچھا ہم روپے دیکھینگے۔ ابھی چلو گاڑی میں۔ صاحب نے گاڑی کا بیٹ بنکر جیب سے چاقو نکال۔ نوک سے چند نشان بنادیے۔ اور کہا جاؤ دے آؤ۔ مگر خبردار کسی سے ایسا بات نہ ہو۔ جبتک ہم نہ آئے تم بہانے سے ٹھہرے۔ اور گاڑی والے کو دھمکا دیا۔ خبردار صاحب سے ملنا کسی سے نہ کہنا۔

صاحب تو ٹم ٹم اُڑاکر ایک طرف۔ اور یہ تھانے کے رخ چلے۔ مگر بدحواس۔ مُنہ پر ہوائیاں چھوٹتی تھیں۔ حکیم صاحب بھی ندارد۔ جاتے ہی انھوں نے اشارہ کیا۔ انسپکٹر صاحب بھی خلوت میں لے گئے روپیہ لیا۔ رومال جھاڑ کر یہ تو باہر نکل آئے وہاں فوراً اچھے بُرے ہو گئے۔

اب اِدھر کپتان صاحب کی کارگزاری سُنیے۔ ٹم ٹم اُڑاکے سیدھے چلے گئے ڈپٹی کمشنر صاحب کے پاس کلب میں۔ انکے اسسٹنٹ بھی اتفاق سے موجود تھے انکو لے اور چند جوان لین سے بلوا چاہ پہونچے تھانے پر۔ ابتدائی باضابطہ کارروائی کے بعد تلاشی شروع ہوئی۔ واہ واہ۔ تھانے میں ٹکسال کا لطف ہے۔ روپیہ جہاں چھپ ادھر اُدھر سے نکلتا آتا ہے منشی جی کی جیب سے۔ محرر کے قلمدان سے۔ حولدار کے کوٹ سے۔ کانسٹبل کی کمر سے۔ اور کوتوال صاحب کے سرہانے تکیے کے نیچے تو روپوں میں بہت سا۔ اور سب کے سب میں خدا کی عنایت سے دو دو چار چار نشان بنائے موجود الگ الگ باندھے گئے۔ نام۔ تعداد۔ سب تفصیل کے ساتھ جیبوں میں سے نکلا تھا۔ فضل علی اور گاڑیبان وغیرہ کے اظہار قلمبند ہوئے۔ مقدمہ چلا۔ روبکاریاں ہوئیں سزائیں ملیں۔ تھانے پر انقلاب عظیم آیا۔ مگر انکو ہمارے قصہ سے واسطہ نہیں۔ ہاں اتنا ضرور ہوا کہ فضل علی کی پینشن کے بعد بحالی کو بہت مدد دی اور حمید پر کیا علیم کو نقصان مالی بہت کچھ ہو گیا اور اسکے بعد جو کچھ بچا کچھا تھا وہ حکیم صاحب کی بدبختی سے چوری ہو گیا بات یہ ہوئی کہ جب جی معالجی اور حکیم صاحب پنشن کے شوہر ہوتے تھے تو حکیم صاحب باتوں باتوں میں سنبھال ٹٹول لیا تھا۔ ایک شوہر نے بھی خیال کر دی تھی۔ عمارت گرنے والی

ہوتی ہی اُسکے جوتے چھوٹ جاتے۔ درودیوار مین ڈرارین پڑجاتین۔ کڑیان شق ہوجاتین ہین گھر بگڑنے والا ہوتا ہی۔ مالک۔ نوکر چاکر غافل ہوجاتے ہین۔ انتظام ٹوٹ جاتا ہی۔ بڑھاپے مین امراض دباتے ہین۔ بگڑتے گھرون کو اشرار او چکون۔ بدمعاشون لچے چورون کو نقصان پہونچانے کی جرأت ہوجاتی ہی۔ بھولے نواب کے گھر کی بھی یہی حالت تھی۔ حکیم صاحب اس رنگ کو دیکھکر چپ نہ رہ سکے۔ سوچے یہ تو ممکن نہین۔ ع

کہ می خورند حریفان و من نظارہ کنم

ایک ایسا گہرا ہاتھ مار دو کہ صفایا ہی ہوجائے۔ اتنے مین انکا ایک گرگا۔ نقب زنی سقف شکنی جست بازی کا پروفیسر۔

لگا نہ رہنے دے جھگڑے کو یار تو باقی
رُکے نہ ہاتھ ابھی ہی رگ گلو باقی

کاتا م نکالا نغال نیک سمجھکے بلا لیا۔ صلاح ہوئی۔ پتا بتایا۔ اُسی عورت کی مدد سے چوری کرائی۔ صندوق۔ الماریان ٹوٹین جوڑے گئے۔ ظروف قیمتی گئے۔ صندوقچے ٹوٹے۔ زیور اسباب گیا۔ مچان پر سے علم ٹیکے چنور۔ جریدے۔ گلاب پاش عطردان شمعدان گئے شکنجے بدریان کھلین۔ پشمینہ گیا۔ مغرق مسند گئی۔ رہ گیا کیا۔ زنانے مین پہننے کے سادے کپڑے تانبے کے برتن۔ دریان۔ پلنگ اور اسی طرح کا فرنی اسباب اور رہنے کا ٹھیکرہ یعنے مکان۔ یہ سب ملاکر بیگم کو زندگی بھر روٹی دال کو کافی تھا۔ بشرطیکہ تنہا کھاتین مگر بڑے گھرون مین مرنے پر بھی دفعۃً کفایت شعاری نہین ہوتی۔ بڑے بڑے شکاری مردہ شکار سمجھکر چھوڑ دیتے ہین۔ مگر ہزارون مردار خوار آ چمٹتے ہین۔ خیر اگر مردہ کتے کو نہین کھاتا تو کیا گیدڑ۔ لومڑی۔ گدھ چیل۔ کوے کیڑے مکوڑے بھی نہین پوچھتے۔ یہی حال ایسی سرکار کا ہوتا ہی۔ مغلانی چلی گئین۔ اکثر دردسر رہتا ہی۔ پیش خدمتین رخصت ہوئین۔ بیوی کا مزاج چڑچڑا ہوگیا ہی۔ مہری بہشتنین جنت نصیب ہوئین۔ کام نہ رہا۔ دربان گھر گیا۔ کھیتی کرلی۔ باہر کی کسانی تن کھانا پکانا سیکھ رہ گئی۔ چونٹی کو موت ہی بیراؤ۔ گوشت۔ گھی۔ ترکاری۔ لکڑی تیل کتھے۔ ڈلی۔ پان مین آدھے دلوا اور آدھے کو نصیبن کباب والے کی جورو رازدار تھی۔ لوٹا۔ کٹورا۔ اگالدان سبودان۔ بجھرے بنیے کے ہاتھ خفیہ بیچ لائی اور پچاس فیصدی کمیشن لینے کو۔ شیخ قادر خاص والے ڈیوڑھی پر آنے لگے۔ دریان۔ قالین۔ چاندنی۔ چاجم۔ نواڑ۔ کنول گلاس لیمپ جادم

قیمت پر لینے کو میر و غسال کی آمد و رفت ہوئی غسل میت کو نہیں۔ پرانی کتابیں
وصلیاں تصویریں عقیق۔ فیروزہ کے دام چکانے اور دس کی چیز دو پر لینے کو۔
القصہ کوئی برسوں میں کٹتا۔ بھولے نواب کی ماں مہینوں ملکہ دنیا [illegible]
کہک ہو گئیں۔ ناظرین یہ داستان غم تو ختم کر لی۔ اپنے بھولے نواب کی خبر لینا
چاہیے در اصل ہم کو آپکو انھیں سے واسطہ ہی۔ یہ تو صرف سلسلے کی خاطر سے
تھا۔ سو حکیم صاحب کی مہربانی سے وہ بھی بہت جلد بپایان رسید۔

چھٹا باب

ریش سفید شیخ میں ہی ظلمت فریب
اس مکر چاندنی پہ نہ کرنا گمان صبح

نواب بجلن عرف بھولے نواب روپیہ جمع کر کے نچنت ہو گئے تھے۔ جواب
کے انتظار میں ڈاکخانہ گئے واپس آئے۔ پھر گئے۔ پھر واپس آئے۔ اب جواب کے سوا
کوئی دھن نہ رہی۔ جناب مولانا کی خدمت میں گئے ضرور مگر تخلیہ نہ پایا۔ نہ ضرورت ہی
کچھ خلقی کا حل۔ کچھ آب و ہوا اثر کر چلی۔ مولوی صاحب خود بھی موقع نہ آنے دیتے جلدی کی
ضرورت ہی نہ تھی۔ کئی دن گذر گئے پیر صادق کا خط پہونچا پریشانی پر اضطراب جاتیر ہوا
گھبرائے کبھی بھاگنے کی سوجھی کبھی چھپنے کی۔ کبھی بھیس بدل کے مولوی کے ہاتھ پر بیعت
کرنے مرید ہو کر مسجد میں اللہ اللہ کرنے کی۔ اکثر ظاہری اللہ والے ایسے ہی ہوتے ہیں
مذہب کی آڑ بہت کام آتی ہے خصوصاً پیر پرستوں میں۔ انسان کا دل بھی مصیبت کی گھڑیا
میں گداز ہوکے کچھ مذہب کے رخ زیادہ بہتا ہے۔ یہ بھی مولوی کی طرف کچھ لپک چلے تھے۔
خیریت یہ ہوئی انکے پاس کی قلیل رقم خرچ ہو گئی۔ کڑے۔ بیٹے سفر آزی کی فکر ہوئی
امانت یاد آئی۔ گئے مگر موقع نہ ملا ہمت نہ پڑی آج تھیں کل میں گے۔ آخر ایک دن
مجبور دم ہو بجے جی کڑا کر کے بولے "حضرت ہم اس روز کی امانت کا حکم ہو جائے۔"
مولوی صاحب۔ کیسی؟
نواب۔ وہ جو اُس روز رکھوائی تھی۔
مولوی صاحب۔ کس کے پاس۔
نواب نے غیر مترقب جواب جو سنا۔ سناٹے میں آگئے گھگھی بندھ گئی۔ مولوی

ایک۔ تو تھے ہی بڑے بیکڑاب اور بھی شیر ہو گئے۔ بولے "کوئی ہے۔ نکالو۔ اس کے ایمان
کو تہمت لگاتا ہے۔ اب ہم کوئی صاحب ہیں۔ بنک گھر ہیں۔ غلاف میں جھلیاں ہیں
کرنے آیا ہے۔ مردود، روسیاہ، جہنمی، کافر، خسر الدنیا والآخرۃ۔ ارے تو ہے کون۔
یہاں گھس آیا؟"

اسوقت مولوی صاحب فرشتۂ رحمت نہ تھے۔ تقدس، نیکی، ملکوتی صورت خونخواری، سفاکی، اور ابلیست سے بدل گئی۔ شیر کی طرح ڈھکتے۔ قزاق کی طرح ڈپٹتے۔ نواب بیچارے ہکا بکا۔ بلی کے آگے چوہا، سانپ کے سامنے مینڈک، بھیڑیے کے روبرو بکری، بغیر کسی مقابلے بھیڑ پر ما... ہو گئے۔ فرما ہم ملک الموت کی طرح اکڑے ہوئے "نکلو یہاں سے بس اٹھو" پھر اسوقت، ندامت، حسرت، تاسف۔ فرش پر ہاتھ ٹیک کر اٹھے۔ آنکھوں میں آنسو، سینے میں سرد آہیں، دل میں غم۔ اب کریں کیا۔ ملا کی دوڑ مسجد۔ ماماخاتون وہاں ڈھک کا ڈر۔ جب رہیں تو کہائیں کیا۔ گھسکر لپیٹ کر پڑ رہے۔ اٹھے ٹہلے۔ روئے ٹھنڈی سانسیں لیں۔ سرد آہیں بھریں۔ کچھ کہا کر سو رہنے کو جی چاہا۔ حرف ناک تھا۔ اچھا صدقہ دیا رد بلا۔ جان پیاری تو نہیں مگر چند دنوں بری شروع ہے۔ ماماں جی اب کیا سنگدل ہو گئی ہیں جو شاید کریں گی۔ ناک قدموں پر رگڑ دینگے۔ بہت ہوری ہو جائیگی۔ چلو بھی۔ ہرچہ بادا باد چلے۔ مگر آہستہ آہستہ مذبذب گردن جھکائے کچھ سوچتے۔ دروازے پر پہنچ ہی گئے اتفاق سے ماماں صاحبہ باہر ہی تھیں۔ گر پڑے قدموں پر۔ خوب روئے۔ دونوں چیخ چیخ کے بچوں کی طرح جیسے بنا ڈیلے۔ آنسو امڈے چلے آتے ہیں۔ ہچکیاں دم نہیں لینے دیتیں۔ عورت کا دل کتنا۔ پھر بیوی جن کا خیال تھا انکا بھی بھر آیا۔ آنچل سے آنسو پونچھے۔ پانو سے سر اٹھایا اگر ناراضگی نہ ظاہر کرنی ہوتی تو چھاتی سے لگا لیتیں۔ حال پوچھا۔ ساری سرگذشت سنائی ماماں نے تیور بدلکر جھڑکا اور دلاسا بھی۔ ملامت کی بہت جھڑکا۔ خانصاحب جو موجود تھے ورنہ ناک کے ماتھے ضرور جاتی۔ خوشامد درآمد۔ لاجا بوجی۔ لوتیہ خوب کی۔ ملاں صاحب بھی ہوئیں۔ مانہ صاحب کے آتے میں تھوڑا لگا تھے پر معاملہ اٹھ رہا۔ دوسرے دن بلائے گئے۔

صبح ہوتے نواب امید اور ناامیدی کو لیے پھر رہے۔ بیچارے یوں کے بعد تکلم کے منتظر تھے۔ لیفٹیننٹ صاحب کی پیروی کے امیدوار تھے۔ امتحان کے سننے والے طالب علم دونوں کے منتظر جواری۔ نواب کے خیالات کا خوب اندازہ کر سکتے ہیں۔۔ ماماخاتون اور

خانصاحب سے ملے۔ بعد قیل وقال لعنت ملامت گفتگو معاہدہ قفل پنچ سے حکم صادر ہوا۔ شب کو آٹھ بجے حاضر ہو۔ یہ تو ادھر گھر آئے اُدھر ماماں نے اپنا سب پونجی نکالا۔ کچھ خانصاحب لائے۔ ادھر اُدھر سے مانگا۔ ایک صندوقچے مین کھچاکھچ بھرا۔ کچھ اشرفیان بھی تھین فہرست تیار ہوئی۔ ایک ایک چیز مع قیمت لکھی گئی۔ سب جوڑ کر کوئی پونے چار ہزار کی مالیت کا ہوگا۔ حفاظت سے کنجی لگا کر رکھ دیا گیا۔

شام ہوئی۔ چھ بجے۔ سات بجے۔ آٹھ بجے۔ نواب بھی آگئے۔ اب یہ تینون شخص چلے۔ مولوی کی طرف۔ آگے آگے نواب اُنکے پیچھے ماماں خاتون چادر مین چھپے۔ بغل مین صندوقچہ۔ اُنکے پیچھے خان صاحب قریب نو کے منزل مقصود پر پہونچکر ماماں نے کہا تم دونون یہین باہر ٹھہرو۔ کوئی آدھ گھنٹے مین آجانا۔ کچھ کہنا نہین صرف سلام کرکے موقع ہو بیٹھ جانا۔ نہین کھڑے رہنا۔ مولوی بے کہے روپیہ پھیر دے تو سہی۔

ماماں گئین لوگ چھنٹ چکے تھے۔ اکا دکا معتقد باقی تھے۔ خبر ہوئی کوئی نیکبخت آئی ہین۔ رات کو اسوقت عورت کا آنا سب کے واسطے آزمائش کا زمانہ ہے۔ مولوی ہو فقیر ہو۔ دنیادار ہو۔ جوان ہو۔ بوڑھا ہو۔ سبکو چونکا دیتا ہے۔ دلمین گدگدی ضرور اُٹھتی ہے مولوی نے غور کیا۔ داڑھی پر ہاتھ پھیرا۔ ناس کی چٹکی لی۔ ناک سے باجہ بجایا۔ بلوا لیا گوشے مین بدن سمیٹ کر بیٹھ گئین۔ جناب مولوی صاحب کی تشریف نزدیک آئی۔ بی انھون نے رونی آواز بناکر حال بیان کیا کہ یون میرا شوہر نوکری پر باہر گیا ہے۔ سوار دنین نوکر ہے۔ اورنگ آباد بھیجدیا گیا۔ مین اکیلی ہون محلے والون سے میل نہین۔ لوگ جانتے ہین چار چیزون پاس ہین اس سے خوف ہے ایسا نہو کوئی موس لیجائے۔ کوئی جگہ ایسی نہین جہان یہ سب اسباب رکھواؤن۔ مینے آپکی تعریف بہت سنی ہے۔ آپ ہی آپ اعتقاد ہو کل رات کو اسی فکر مین سو گئی تھی ایک بزرگ سبزپوش نظر آئے تھے۔ انھون نے کہا تو کیون حیران ہوتی ہے رنج نہ کر۔ اپنا اسباب مولوی صاحب کے یہان امانت رکھ آ۔ آپ اسکو اپنے یہان رکھ لیجیے۔ مین بے دامون لونڈی ہون۔ یہ کہکر صندوقچہ بغل سے نکالا اور فوراً کھول زیور اسباب کی جھلک دکھادی۔ مولوی صاحب کی رال ٹپک پڑی پہلے تو بہت چنان چنین کی۔ مگر اصرار سے۔ اور پھر عورت کے۔ راضی ہوگئے۔ ماماں خاتون تھین تو پنچ بلکہ وہ سے پنچ۔ گر خوش قامت۔ خوش لہجہ۔ اسپر اوڑھے لپیٹے چھپے چھپائے

جلوون مین پیاری باتین کرنے والی یہ آواز مین بھی بڑھاپے کی کرختگی نے کم اثر کیا تھا
زیور کی چمک نے آنکھون پر آواز اور لہجے کی دلربائی نے کانون مین جادو کردیا۔ مولوی
ریشہ خطمی ہوگئے۔ فقہ۔ منطق۔ ریاضی۔ ریاضت۔ تصوف۔ سب جزدوان محویت مین
بیچ کے طاق مسجد پر رکھ دیا۔ وہی مثل پوری ہوئی ۔ ع

کافر کی شوخی دیکھو گھر مین خدا کے مارا

زیور ایک ایک کرکے دکھایا جانے لگا۔ مولوی کے ہاتھ مین فہرست۔ ماما ن کے
پاس زیور۔ نواب کا انتظار تھا۔ عمداً دیر کی جاتی تھی۔ اتنے مین نواب سامنے آہی گئے۔
مولوی کے ہاتھ سے فہرست چھوٹ گری۔ بھیانک ہوکر دیکھنے لگے۔ یا کمبخت اسوقت
یہ شیطان مردود کہان۔ بے ساختہ "نعوذ باللہ" زبان سے نکل گیا۔ انتقال ذہنی تیز تھا۔
سوچے۔ اگر اسوقت تقاضا کر بیٹھا۔ سونے کی چڑیا پھر سے اڑ جائیگی۔ تیور بھی اچھے نہین
ضرور تحریر پر آمادہ ہے۔ فوراً ہی بول اٹھے کہ اوے یار اُسدن سے کہان غائب تھے۔
اپنی امانت لے جاؤ۔ کیا دنیا کے لوگ ہین۔ ایک جس قدر ان قضایا سے دور رہنا
چاہتے ہین۔ اُسیقدر گھیرتے ہین۔ تمھارا وعدہ منقضی ہوگیا اپنی ودیعت لے جاؤ
اور یہ کہکر خادم کو حکم دیا نواب خاطر سے بٹھالیے گئے۔ بند بند سے عذرت بھی ہوئی پہچاننے
مین تکلف ہوا معاف فرمایے گا۔ نواب حسب ہدایت چپ رہے کچھ دیر مین روپیہ آیا
حوالہ ہوا۔ اور زیور کا فہرست سے ملان پھر شروع ہوا۔

باہر خانصاحب انتظار ہی مین تھے۔ چند منٹ کے بعد بیدرنگ دیکھ کے یہ بھی
اندر پہونچے۔ نواب رومال مین روپیہ باندھے بیٹھے تھے انھون نے ماما ن سے کہا۔
چلو گھر جلدی پہونچو اور کہو آپا دستہ آگئے ہین۔ وہان سے چلے آئے۔ کہتے تھے اب بچا ہوگا
نہین رہنے۔ انھون نے سنتے ہی حساب گھٹنا شروع کیا۔ اب امانت رکھانے کی
حاجت ہی نہ رہی بہت کچھ معذرت کی مولوی صاحب کی مہربانی کا شکریہ ادا کیا اور بہت
جلدی جلدی اٹھ لے سیدھا زیور صندوقچے مین رکھ رخصت ہو خدا حافظ مولوی صاحب
سکتے کی حالت مین ساری بر خواب خیال۔ گونگے کا خواب۔ افسوس بڑا مال ہاتھ سے
نکل گیا اسکا شوہر کمبخت جہنمی ذہین نہ تھا ورنہ اسقدر کیون نہوگیا عورت بھی اچھی تھی
بہت حسن بھی نہین معلوم ہوتا تھا۔ دیر تک زیور کی چمک نظر کے سامنے ہی مکانون مین

میٹھی میٹھی باتین گو سنجاگین خیال آیا - کہ کھائی ہوئی رقم بھی پیٹ سے نکل گئی - کمال افسوس ہوا جی نڈھال ہو گیا - وظیفہ نہ پڑھا گیا عشا کی نماز مین جی نہ لگا تینون شیطانون پر سخت غصہ معلوم ہوا - اتنی جلد بازی پر لعنت ملامت کی - دل مسوس کر رہ گئے -

ساتوان باب

بناداں آنچنان روزی رساند
کہ دانا اندران حیران بماند

جھگڑا ختم ہو چکا - بڑے موذی سے پالا پڑا تھا - خدا ماما ن خاتون کو عاقبت کے بوریے سمیٹنے کو قائم رکھے -

زانکہ از غیب برون آید و کارے بنمود

حق المحنت دینے مین نواب کو عذر نہ تھا - عمل تنصیف ہوا - پونجی ہلکی ہو گئی جیب اور کمر مین سمانے کے لائق - آیندہ مال عرب پیش عرب کا معاملہ ہوگا - صرف ناک کا جھگڑا رہ گیا - زمانے کا رنگ دیکھتے چندان قدر تو نہ تھی - لیکن زخم کا خوف دامنگیر - کا نگڑا بھی پاس نہین - ولایتی ناک بنتی - مگر خان صاحب ان مصلحتون کو کیا جانین - راجس کا چاقو تیز کیے مستعد ادھر خندہ ادھر گریہ - نواب کو کبھی کبھی کوئی بات سوجھ جاتی تھی - اسوقت حیلہ پیدا کرنے کی ضرورت تھی - کسی زمانے مین انکے ایک بنگالی ماسٹر تھے - بڑے حجتی اُنکی تعلیم آڑے آئی آپ راضی تو ہوئے مگر شرط یہ نکالی - تم کون کاٹنے والے - ماماں صاحبہ اپنے ہاتھ سے کاٹین - پہلے تو بہت تکرار بڑھی - پھر ماماں ہی اس کار خیر پر دوپٹہ سنبھال مستعد ہو گئین - نواب سمجھے تھے عورت ذات کا کہان دل گردہ - مگر اب تو بہت سٹ پٹائے - قول ہار چکے تھے - اکڑ کر دن بیٹھے - خان صاحب نے دونون شانے تھامے - ماماں جی نے جی کڑا کر کے ایک ہاتھ سے ناک پکڑی - کہ ایک دفعہ نواب کو ادھر زور سے چھینک آئی - ادھر سبز دار مرغی کو بلی نے دبوچا - ماماجی کا دھیان چھوٹا - گرئی مچھلی کی طرح ناک صحیح سلامت چھوٹ گئی دونون ظالم بلی کے پیچھے دوڑے بلی کے بھاگون چھینکا ٹوٹا - نواب تو وہ بچ گئے یہ مرغی بہت عزیز تھی - انڈے بہت دیتی تھی - ماماں کو اس سانحے سے بہت اضطراب ہوا - لپک کر نواب نے مرغی چھڑائی - ماماں بہت راضی ہوئین نہین معلوم در اصل ناک

تاکی تھی یا صرف ولگی تھی۔ یا ہمت نہ پڑی۔ یا غریب الوطن پر ترس آیا۔ بہرحال ناک معاف ہوگئی۔ بلکہ ماماں جی کو ایک خصوصیت سی ہوگئی۔ اب ماماں کو اپنے نوجوان متوفی بیٹے سے مشابہ نواب دکھائی دینے لگے خصوصاً ناک تو بالکل ہی۔ شاید اسی محبت سے تاکی گئی تھی۔ بعض وقت چتون بھی ویسی ہی معلوم ہوتی۔

اسدن سے انکی اکثر آمدورفت رہتی۔ کبھی کبھی ماماں خاتون انکے کھانے کو کوئی چیز ہی رکھ چھوڑتین۔ انھون نے کچھ کچھ حال بھی اپنا بیان کیا۔ ایک دن نواب آبدیدہ سراسیمہ۔ نڈھال آئے۔ اور میر صادق کے اُس خط کا حال کہا جس مین لکھا تھا آئندہ سے خط کتابت ترک۔ دیر تک دکھ درد کرکے یہ تو چلے گئے۔ مگر ماماں جی کو انکی نوکری کی فکر ہوئی۔ تھوڑی دور پر ایک بڑے جاگیردار رہتے تھے۔ بڑے امیر۔ ہمارے دن کے جیجا اُنکے یہان یہ کبھی کبھی جاتی تھین۔ اُنکے ایک بڑے دقیانوس۔ پیر فرتوت مصاحب بھی اُنکے یہان آکر دم بھر حقہ پان پیتے کھاتے تھے۔ نواب سے اُن سے وہین صاحب سلامت ہوئی۔ ماماں جی نے سفارش کی۔ ایک دن وہ اپنی سرکار مین لے چلے۔ یہ در دولت کا دیباچہ دیکھکر بہت گھبرائے۔ احاطے کی دیوارین۔ بوڑھون کے مسوڑھے۔ کہین اینٹین کہین تھی نیچر کے معمار نے بیباکی سے کاریگری دکھائی تھی ہزارون جھانکیان۔ کھڑکیان دروازے بلکہ پھاٹک تک بنا ڈالے تھے جس طرف سے چاہو اندر میاند جاؤ۔ پاس پڑوس محلے والون نے جابجا اپلیون کا پلاستر بھی بلامعاوضہ کر رکھا تھا۔ گلی مین عفونت کا خاص انتظام تھا وہ کچرا پٹی (میونسپلٹی) کی طرف سے نہین۔ بلکہ بے تکلف سہل انگار سب کام نیچر کی مرضی پر منحصر رکھنے والون کی جانب سے۔ برکت یعنی کوڑے کرکٹ حیوانات کے فضلات کے ڈھیر کے ڈھیر۔ جابجا جمع۔ ادھر سے گذرنا مشام پر قیامت بپا کرتا تھا۔ نواب رومال منھ پر لگائے بہزار دشواری داخل ہوئے۔ اندر کا مکان کسی زمانے مین اچھا بنایا گیا تھا۔ مگر شاید سلاطین قطب شاہی سے پہلے۔ جدت کی مہلت بھی انقلابات کے ہاتھون آجتک نہ ملی تھی بلکہ مکین بھی اپنی کہنہ سالی سے تاریخ ولادت کو بھول چلے تھے۔ شیخ فانی دبلے پتلے نہین مجسم ماہ رمضان۔ انسان نہین مسودہ انسان جسم روح کا غلاف۔ پوشاک لنگوٹی کو آبنوس کی کھونٹی۔ زندگی کے صفحہ پر خط غبار کا ہمزہ۔ اقلیدس کا نقطہ اُنکو آداب تسلیمات بجا لانے مین بڑی دقت پڑی۔ تار نظر اس نقطے کے خبر کو

تلاش کرتا پھرا کہیں نہ ملا۔ ہار کر صدر رکے رخ سلام کرکے وہین بیٹھ گئے جہان مصاحب صاحب بیٹھے۔ بڑی سی پرانی خاکی رنگ کی دری بچھی ہے۔ جسکو زمانے نے رنگا ہے یا مدری ساز نے۔ اسکا تصفیہ غیر ممکن۔ تمادی ایام عارض۔ ایکطرف کچھ بچھا ہے سوزنی قالین۔ ساہرہ ادہم۔ برون لید رہا یا دھوڑی استر کچھ تمیز نہیں ہو سکتی۔ مگر ہے کچھ ضرور۔ ایک گاؤ تکیہ بھی ہے کالا بیل لیٹا ہے۔ بعینہٖ۔ گھگھرا کے ریگستان ہین گھڑیال دھوپ کھا رہا ہے۔ یا سنگ موسا کا ستون پڑا ہے۔ بڑا تکیہ ہے تکیہ۔ صرف پاس رکھنے سے بزبان حال کہہ رہا ہے ؎

کہ رنگ ہمنشین در من اثر کرد
دگرنہ من ہمان گادم کہ ہستم

ارے! اسکے پیچھے یاد امن ہین تو کوئی چیز ضرور رکھی ہوئی ہے نہین کالی بکری ہی جالا تنتی ہوگی۔ نہین۔ مجھے معلوم ہوتا ہے۔ لاحول ولا۔ بڑا دھوکا ہوا اجی یہی تو حضرت سلامت ہین۔ کرتے کیا ہین۔ انگریزی قلم کی زبانین۔ جسے نب جسکا قط چوڑا ہوتا ہے ایک جانب ڈبیا مین سلی۔ استرا تیز کرنے کی سامٹے۔ صبح منھ اندھیرے سے شام تک آپ یونہین بیٹھے زبانین گھسا کرتے ہین۔ چوڑا قط باریک بناتے ہین۔ خدا کی عنایت سے دنیا کی اور کوئی فکر نہین۔ صرف دو۔ ایک تو زبان کا قط باریک کرنیکی۔ دوسری۔ وہ پس پشت دیکھیے دونون کونون مین ٹری اتری چھت سے باتین کرتی ہوئی تانبے کی دو دیگین ہین جیسے تیسیرمل کی گودڑ گلانے کی ہانڈیان۔ بس انکو روپیون سے بھرنیکی۔ جاگیر سے روپیہ آیا۔ ان مین ڈالدیا گیا۔ جبتک بھر نہین جاتین دن رات فکر رہتی ہے جب ہونہار منھ بھر گئین خزانے مین روپیہ اٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کو سکون ہوا۔ پھر دوسرے دن سے دیگون کی فکر چلی۔ یہ تو شغلہ ہوا مزاج۔ آدمی بہت نیک۔ بے شر۔ دنیا و مافیہا سے بے خبر۔ چار مینار کے گیون سے مطلب نہ زیر ودن کے اول بدل سے واسطہ نوکر چاکر مصاحب سب اپنے ہم عمر۔ گھوڑے تک ایسے قدیم کہ ابو الحسن تانا شاہ کے رسالے کے داغ تصحیح پکھنے والے۔ ہاڑے موتڑے نکلے۔ دبلے قاق۔ سلوتریون کے اسکول مین تشریح سیکھنے مین مدد دینے والے۔ چار چامے سوار ونکی وردی فلمن سٹ مسن حتی الوسع تو اس سرکار مین کسی چیز جانور۔ انسان کسی کے واسطے جگہ خالی نہوتی تھی۔ اگر کوئی

ہو چکیا تو قیامت تک کا اطمینان ہوگیا۔ مگر اتفاق سے ایک مصاحب حال ہی مین ایک سو پانچ برس کے بعد ملک الموت کے سخت اصرار اور کوشش سے جان بحق ہوے تھے۔ انکے کوئی اولاد بھی نہ باقی رہی تھی۔ کب تک۔ رہتی۔ آجکل دنیا مین جلدبازی ہوگئی ہی۔ انتظار کرتے کرتے وہ چل بسی تھی۔ بھولے نواب کی قسمت نے پلٹا کھایا کوشش سے ملازم ہوگئے۔ شام کو جب سواری نکلتی یہ بھی ہمراہ ہوتے۔ سرکار خود ایک پرانی میلی گاڑی مین نکلتے۔ جابجا سے رنگ چھٹا ہوا۔ پہیون مین ستلی لپٹی۔ ساز مین نصف چمڑا۔ نصف ڈوری۔ گدون کا نسن اوڑھتا ہوا۔ سوار باجے والمون کی پھٹی وردی پہنے۔ پتلون گھٹنون تک جھالردار۔ کسی کے ایک پانون مین جوتا ندارد۔ کسی کی ایک رکاب مفقود۔ یہ آدمی تھے تو عجز ذرا صورت دار۔ پوشاک بھی اچھی بنوالی تھی شیروانی کاوس بوٹ سب نفیس۔ اس گروہ مین ممیز رہتے۔ ان رئیس کے بیٹے تھے کوئی جنگ بڑے عہدے پر ممتاز باہر اکثر رہتے۔ نئی روشنی سے منور۔ انگریزی فیشن والے انکو ایسے آدمی کی ضرورت تھی۔ جو انگریزی فارسی مین کام کرسکتا ہو۔ نواب کو دیکھا گھر بیٹھے خضر ملے۔ اپنے ہمراہ لے گئے۔

اب ہمارے دوست بڑے مزے مین ہوگئے۔ یورپین پوشاک وغذا وضع۔ طرز خیال نے ہر طرف سے گھیر لیا۔ کوٹ۔ پتلون۔ نکٹائی۔ ولائتی فرنیچر چھری۔ کانٹے سے سابقہ پڑا۔ بیدہم بالکل غیر پیوبا۔ عابد کی دوکان کے نام تنخواہ منتقل ہوگئی۔

ہر کام کی ابتدا مین دقت ہوتی ہی۔ پھر جب کسی سے کچھ سیکھا بھی نہو۔ لکھنؤ مین اگرچہ انگریزی تعلیم پائی تھی۔ مگر معاشرت پرانی وضع والون سے رہی رفتار۔ گفتار۔ دستار ہندوستانی ڈھنگ کی خوب جانتے۔ نشست برخاست آداب طعام اور قرینہ محفل سے اچھی طرح واقف۔ مگر یورپین رنگ ڈھنگ پر عمل کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ مہذب تو بنے مگر سخت مصیبت مین جان پڑی اٹھنا۔ بیٹھنا۔ چلنا۔ پھرنا۔ سونا۔ لیٹنا۔ کھانا پینا۔ بلکہ رفع حاجت کا طرز پوشاک کی وضع۔ لب ولہجہ سب بدلنا پڑا۔ کوٹ کی چستی پتلون کی تنگی نے عاقبت تنگ کردی۔ انگریزی پوشاک پہنے چلے۔ قمیص سے کچھ مانوس تھے۔ کفدار کرتے

پہنا کرتے تھے پہلے اُسکو پہنا۔ پھر ویسٹ کوٹ زیب جسم کیا۔ اب پتلون کی باری
آئی۔ قمیص کے دامنوں اور پتلون مین جھگڑا ہو گیا۔ کبھی پتلون اوپر کبھی دامن
کسی طرح چول نہین ٹھیک بیٹھتی تھی۔ بڑی دقت۔ برسینر نے ڈالدی۔ جیب کاندھون پر
لے جاتے ہین دامن سمٹ کر ناف پر۔ لب دریا کف جمع۔ بہزار دقت توڑ مڑ ور کر کمر کے
گرد جمع کیے ویسٹ کوٹ سے چھپائی۔ برسینر شانے پر پہونچے۔ مگر ویسٹ کوٹ کے
اوپر۔ پھر کوٹ پہنا۔ بظاہر جنٹلمین بننے مین کوئی کسر باقی نہ رہی۔
صبح کا وقت تھا۔ آقائے نعمت پائین باغ مین ٹہلتے تھے۔ پہونچے۔ آداب بجا لائے
غور سے دیکھے گئے۔ ساتھ ساتھ ہو لیے۔ اور پوشاک تو سب ٹھیک ہے۔ مگر پتلون کچھ ڈھیلی
ہوئی جاتی ہے کپڑا ٹوٹتا ہو گا۔ کچھ نیچے کھسکتی جاتی ہے۔ لانبی بنائی ہوں اپ بوٹ کی
ایڑی کے نیچے آنے لگی۔ پائمو زکبوتر ہوتے جاتے ہین۔ آخر آنکھ بچا دونوں ہاتھوں سے چڑھائی
بڑی پھر نیچے آ گئی۔ پھر چڑھائی پھر نیچے۔ یا اللہ پتلون ہے کہ شیطان کی آنت۔ قمیص کے دامن بھی
اس کشاکش مین نکل پڑے۔ پتلون پہنی۔ عذاب گلے پڑا۔ حیران۔ پریشان عرق عرق ۔ کھڑا
پسینے مین تر بتر پیشانی سے اُبلتی ٹپکتی۔ کانون سے شعلے نکلے۔ ریشمی رومال نکالا بنا تھا
کھولکر پسینہ پوچھتے ہین پتلون چھوٹا گرتا ہے۔ کوڑہ مین کھاج کہین منصبداری ہین سر کا تیل لگا تھا
رات کو چیونٹیان آ گھسی تھین۔ گھبراہٹ مین سر پیٹ رہی۔ رکھی تھی گرمی جو پائی بلبلا اٹھین
ایک ایک بال مین ہزار ہزار چیونٹی۔ پسینے کی روانی چیونٹیون کی ریشہ دوانی گردن پیشانی پر
رینگتی چلی آتی ہین۔ جس پاجی نے کاٹ بھی کھایا۔ معاذ اللہ خدا کسی کو یہ دن نہ دکھائے خیریت
ہوئی۔ جلد فرصت ملی۔ کمرے مین آکر منصبداری خنجری کی طرح دور پھینکی۔ کوٹ اوتارا
لاحول ولا۔ برسینر کا بکسوا کھلا ہوا ہے۔ اسی سے فتنہ حرامزادے کی رسی کی طرح دراز ہوتا
جاتا تھا۔ پتلون نیچے کھسکتی جاتی تھی۔ ایک دفعہ پتلون پہنے پیشاب کی حاجت ہوئی۔
بیٹھنا چاہتے ہین پتلون کی اجازت نہین۔ زور کیا گر پڑے۔ اب اٹھنا محال میانی ندارد
لوگون نے دونون شانون مین ہاتھ دیکر اُٹھایا
میز پر کھانا۔ لوہے کے چنے چبانا۔ چھری کانٹے کا حساب یاد نہین رہتا۔ اسکے استعمال
مین بہت زچ ہوئے سارا مزہ کرکرا ہو گیا تھین کم بختی سے بٹیر کے کباب بھی تھے۔ اُنسے
مقابلہ پڑا۔ دیر تک گاذوری کرتے رہے۔ ذرا سا جانور مشت پر گوشت بھی کم چھری سے

حملہ کرتے ہین۔ کانٹے کی طرف کانٹے سے پنجہ مارتے ہین چھری کی جانب۔ دیر تک شیر کی پالی۔ دونون مین لڑائی رہی۔ گوشت کا ریشہ تک نہ ملا۔ پالا اُنھی کے ہاتھ رہا۔ وہ صحیح سلامت آئی ’’کھتی‘‘ واپس گئی۔ مارے خفت کے کھانا کم یا پانی زیادہ کام آیا۔ ہان خشک و تر میوون نے کچھ مدد کی۔ جنجر بول سامنے آیا۔ پانی پر تو بھوک کا سارا تنزلہ گر رہا تھا۔ اٹھا کے اسکو بھی پی لیا۔

غذا کم ہوئی تھی۔ مگر ثقیل تو رہ چپاتی ترکاری۔ دال کا معدہ دشمن چاپ اینڈ فش کی تاس مچھلی پڈنگ پھا پیر آئس کریم۔ اور تر او خشک میوہ۔ کیونکر ہضم کر سکتا تفرا تفری نفخ متعفن سوء ہضم۔ موجود بخشش ہو گئی تسلیطان کے ہر کارون مین نام لکھ گیا۔ دوڑتے دوڑتے گھٹنے سوج گئے۔ انگریزی طرز معاشرت۔ نجاست طہارت ایک جگہ۔ غسل خانہ مین کموڈ۔ پھر اسکو استعمال کرنے کا علم۔ لاحول ولا۔ مگر ضرورت عجب چیز ہی سب مین ربط ہو گیا۔

پڑھے لکھے تو تھے ہی جلا کی کسر تھی۔ وہ مہذب وضع نے کر دی۔ خیالات مین فرق ضرور آیا چاہیے۔ ملکی ہمدردی۔ ریفارمیشن۔ تہذیب اخلاق۔ پولیٹکل مباحث۔ قومی فوائد ہزارون میدان لق و دق سامنے تھے۔ دو چار دگی بازو ہان تک لگا لائے۔ آسانی سے ہو چکے۔ اس زمانے مین دکن مین ایک دھرا مجسطی بھی موجود تھے اُنکا کلیہ تھا انسان بدون مہذب مان کے مہذب نہین ہو سکتا۔ اور تہذیب نہین تو ترقی نہین۔ تہذیب اور تعلیم کا مانع پردہ پس پردہ قابل ترک اورون کو نصیحت آسان ہوتی ہی۔ خود اس نازک جھگڑے سے پاک۔ اسی سے احکام لگانے مین بیباک تھے۔ جیسے ڈرل ماسٹر یا ہیڈ مستری۔

مضامین لکھے لکچر دیے۔ تسبیحین کہین۔ مخالفت کا طوفان برپا ہو گیا۔ ایک سانحہ بھی کھڑا ہوا بڑا جوش پیدا ہو گیا۔ اور دور کے لوگون نے تکتے لیے۔ ایک صاحب مناظرہ کرنے کو باہر سے آموجود ہوئے دن بدا گیا جلسہ باقاعدہ قرار پایا۔ مجمع کثیر ہوا مناظرہ چھڑا معترض غضب کی تختی تھے خوب بحث کیا تھوڑا سا نمونہ یہ ہے۔

ریفارمر۔ ہان صاحب سوال یہ ہی کہ آپ پردہ ثابت کیجیے عقلی و نقلی دلائل سے اور اسکی خوبیان مصلحتین۔ اور فوائد بتائیے۔ کیونکہ جبتک کوئی ضرورت نہ ثابت ہو عقل کا کام نہین کہ نفس خفت کرے۔ انسان خلقی طور سے آزاد ہی اسکو کوئی قید لگانے کے واسطے وجہ چاہیے۔

معترض۔ ہم اگر پردہ کے مدعی ہوتے تو ہم پر ثبوت واجب آتا۔ پردہ مروجہ قدیم الایام سے چلا آتا ہے اب آپ مخالفت کرتے ہین اور آپ مدعی ہین پردہ کی برائیون کے۔ لہذا آپ نقصانات اور مضرات پیش

فرمائیے۔ انشاء اللہ اگر ادھر سے تردید کردی گئی فبہا۔ ورنہ پردے کا ترک لازم آویگا۔

ریفارمر صاحب کے دل مین مضامین کا جوش تھا۔ زیادہ حجت نہ کی مستعد ہوگئے۔

جواب دیا۔ وہ اگرچہ یہ دلیل قاطع نہین۔ اور نہ ہم اسکو قبول کرتے ہین۔ مگر جلد تصفیہ ہوجانے کی غرض سے زیادہ الجھتے نہین۔ نامنظوری کی شرط کے ساتھ اسوقت چند ہم باتین پیش کرتے ہین سنیے صاحب۔ اول تو ضرورت پردے کی کوئی نہین ثابت ہم جب مرد اور عورت باتخلقت ایک ہین انکے قوائے جسمانی اور دماغی کی نوعیت ایک ہی جو مرد کرسکتا ہی وہی عورت اور جو عورتین اب نہین کرسکتین وہ طریقہ پرورش وطرز ماندہ وبود وتعلیم تربیت کی خرابی اور سوسائٹی کے عیوب سے ہی۔ تیسرے انکو یکسان بنایا ہی۔ پھر انکو پردے کی قید مین رکھنا اور خود بے پردہ پھرنا محض ناروا اور ظلم ہی۔ دوسرے صحت جسمانی پر برا اثر پڑتا ہی۔ نتیجہ کے دیے ہوے قوی کی ترقی نہین ہوسکتی۔ عوارض لاحق ہوتے ہین چار دیواری مین بند رہنے سے اچھی ہوا نصیب نہین ہوتی۔ دق مین عورتین مرتی ہین تیسرے ہمارے سوسائٹی بالکل پھیکی رہتی ہی اور انسان سوسائٹی سے وہ سیکھ سکتا ہی جو سیکڑون برس کی تعلیم سے نہین جو تجھے تجربہ دنیا کا انکو نہین ہوتا انسان سے حیوان بنی رہتی ہی پانچوین انھین اسباب سے اولاد کی تربیت نہین اچھی ہوتی جس سے قوم بگڑتی چلی جاتی ہی اور قوم ترقی نہین کرسکتی۔ اسی طرح اور بھی دلائل ہین مگر انکا جواب دیجیے۔

معترض۔ آپنے پانچ باتین پیش کی ہین۔ انکے جوابات ملاحظہ ہون۔ امر اول کا جواب مجمل اور مختصر یہ ہی کہ انسان بیشک دونون ہین۔ ہم انکو انسان ضرور سمجھتے ہین۔ جو جو لوازم انسانی ہین انسے محروم نہین کرتے پردہ اور بے پردگی لوازم انسانی سے خارج ہین اسلیے اسکو اس بحث مین دخل نہین۔ اب آگے چلکر ہم دیکھتے ہین انسان کی دو قسمین ہین۔ زن ومرد اور صرف انسان ہی مین نہین کل حیوانات مین بلکہ نباتات مین بھی حتی کہ قوت خود دو قسمون پر منقسم ہی۔ زن و مرد نر و مادہ فاعل منفعل۔ موجب سالب سب کیا ہین۔ اگر ہمہ وجوہ زن و مرد ایک ہوتے تو یہ تفریق اور تقسیم کیون ہوتی۔ اور نیچر خود دونون کے بعض بعض افعال وحرکات و خواص الگ الگ کیون بناتا۔ ایام حمل ہی سے دونون کی تفریق معلوم ہوجاتی ہی۔ لڑکے اور لڑکی کے حمل کی شناخت اناڑی تک جانتے ہین۔ پھر لڑکی چت اور لڑکا پیٹ پیدا ہوتا ہی۔ اور اگر انسان کا مردہ ایسی جگہ ہو جہان اسکے الٹنے پلٹنے مین کوئی جسم حائل نہو تو مرد کی پشت فوق کی طرف اور رو تحت کی جانب ہوگا۔ اور عورت کا برعکس اسکے۔ مثلاً دریا مین کسی مرد کو بہتے دیکھیے مرد

پٹ بہیگا۔ عورت چت۔ بعد وضع حمل لڑکا جلد روتا ہو۔ لڑکی دیر مین روتی ہو جس سے دونون کے دلی جذبات کا فرق ممیز ہوتا ہی۔ لڑکا دیر مین بولتا ہی اور لڑکی جلدی پیاری پیاری باتین کرنے لگتی ہی۔ سات آٹھ برس کی عمر تک لڑکی عموماً شوخ و شنگ رہتی ہی۔ لڑکا اُسکی نسبت بھولا اور غبی۔ اور بعد اُسن بانے کے جب مخصوصات جنسی ترقی کرنے لگتی ہین تو عموماً عورت ٹھسیلی اور جھینپو ہوتی جاتی ہی اور لڑکا ہوشیاری اور ذکاوت اور خیرگی کے آثار ظاہر کرتا جاتا ہی۔ اب فرمائیے ہمارے میان پردہ کا یہانتک کیا دخل ہوتا ہی۔ کیا وضع حمل کے وقت کوئی انسانی دیوتون کی طرح چت پٹ کرنے جاتا ہی۔ یا مرد کے پیٹ سے حمل نکال کر بہ تکلف عورت کے دھرتا ہی کیا دونون جذبات دلی مین اول بدل کر دیتا ہی۔ پس غایت مافی الباب یہ ہی کہ دونون ہرگز برابر نہین۔ اور نیچر نے دونون کے واسطے کام الگ الگ بنا دیے اور انکے سرانجام کی تو تین الگ الگ ہی ہین۔ مساوات نہین ہوسکتی۔ دوسرے صحتِ جسمانی کا عذر محض حماقت ہی یہ بحث پردے سے نہین صرف مکان سے متعلق ہی اور اُسکی وسعت و تنگی خوبی و خرابی حیثیت اور تمول پر منحصر ہی۔ دق مین کیا پردہ دار عورتین ہی مبتلا ہوتی ہین۔ کیا مرد اور دوسری بے پردہ عورات اُسمین ضایع نہین ہوتے۔ آپ جانتے ہین عارضہ دق کن کن اسباب سے پیدا ہوتا ہی اور کس معتبر تحقیقات سے حساب لگا ہی کہ بے پردہ عورتون کی بہ نسبت پردہ دارین دق مین زیادہ ضائع ہوتی ہین۔ اور دونون کے شمار مین فیصدی کیا نسبت ہی جبتک طب کے اصول سے یہ وجہ ثابت نہ کیجیے تب تک آپ پیش کرنے کے مجاز نہین۔ ہم ان سبب کہ یہ امر مسلمہ و یقینی نہین

تیسری بات سوسائٹی کی رونق اور لطف کی ہی۔

مگر وہ سوسائٹی جو محض خیالی خوشی پر اتنا بڑا انقلاب وار کھے کبھی عقلا کے نزدیک سمجھ دار اور انجام بین نہین کہیجا سکتی ایسی تجویز کے خمیر مین بے حیائی بے شرمی بے عصمتی بے عفتی باہمی حسد بغض نفاق بے حرمتی مضمر ہی جبتک کوئی گروہ جوان مردون کا اپنے حسنِ اخلاق اور عفت کا ثبوت نہ دے اُسوقت تک وہ اس نازک اصلاح کے نتائج حاصل کرنے کا مستحق نہین۔ جوانون کی قید اسواسطے ہی کہ بوڑھے اور بچے سوسائٹی مین صرف برائے بیت ہوتے ہین۔ چوتھی بات تجربہ ہے۔ اور ظاہر ہی انسان کو اُسی بات کا تجربہ بکار آمد ہوتا ہی جو کام اُسکے کرنیکا ہی پس آپ اجمال اور اہمال کو چھوڑ کر تصریح فرمائیے۔ کہ پردہ دار عورتون کو اپنی روزمرہ کی زندگی بسر کرنیکے واسطے کون سے تجربہ کی حاجت ہوتی ہی جسکے واسطے بے پردگی لازم ہی۔ اور جسکا علاج دوسری طرح ناممکن ہی

بانچوین اولاد کی تربیت ہی۔ اور یہ فی الجملہ اہم بھی ہی لیکن اگر عورات کو تعلیم اچھی دیجائے اور اُنکے اخلاق درست کردیے جائین اور بزرگ خاندان خود اچھے اخلاق و عادات کے ہون تو تربیت بہت اچھی ہو۔ اور جو اچھے گھرانے ہین اُنمین یہی ہوتا ہی آخر کوئی زمانہ انکی بھی ترقی کا تھا۔ پھر فرمایئے اُس زمانے کے بچون کی مائین کیا بے پردہ ہو کر بچونکی اچھی تربیت کرسکتی تھین

ریفارمر۔ یہ جو کچھ آپنے ارشاد فرمایا سب ٹھیک سہی مگر اسکے جوابات بھی ہینگے نہ ان ممکن ہین اور انشاء اللہ آپکا سکوت کردیا جائیگا۔ مگر چونکہ آپنے بہت سے امور ایسے استفسار کیے ہین جنکے جواب فراہم کرنے کے واسطے امتداد زمانہ درکار ہی۔ اور چونکہ پہلے علم نہ تھا کہ بحث اس پہلو پر چھڑ جائیگی اسواسطے ہملوگ غیر تیار تھے۔ اب اگر اسکے علاوہ اور کچھ بھی کہنا ہو وہ ارشاد کیجیے کہ اسکا جواب عرض کیا جاے۔ آخر یہ تکلیف فرمائی اور محنت رائیگان نجائے۔

معترض۔ نہین حضرت۔ یہ سب باتین ٹالنے کی ہین۔ مین ایک قدم نہ آپکو دوسری طرف جانے دونگا۔ نہ خود ہٹونگا۔ آپ کو تیار رہنا چاہیے۔ بس۔ ع

ہین میدان ہین چوگان ہین گو

ریفارمر۔ بہت خوب۔ اگر یہ ہی تو یہی سہی۔ آپکی تقریر مین مجھے کئی جگہ کلام ہی۔ اول تو آپنے یہ کیا فرمایا کہ حمل کی شناخت اناڑی تک کر لیتے ہین ہم تو آجتک بڑے بڑے ڈاکٹرون اور حکیمون کو حیران پاتے ہین۔ دوسری یہ کہ مجھے اس کلیے سے بھی اختلاف ہی کہ دونو نکو سر انجام کار کی قوتین الگ الگ دی گئی ہین بلکہ ہم کہتے ہین کہ جو انسان جس کام کو زیادہ انجام دیتا ہی وہ ہی نیچر اُس جانب اُسکی قوت کو بڑھاتا ہی مثلاً ہاتھ سے کام کرنے والون کے ہاتھ مین قوت زیادہ ہوتی ہی اور پیدل چلنے والون کے پانوٴن مین۔ تیسرے سیر و تماشا اور باغ و بوستان کی چیزین جب مرد خوش ہوتے ہین تو پردہ نشینون کا دل کیون نہ چاہتا ہوگا۔ اگر انکے واسطے کوئی سامان نہین

معترض۔ میرا مطلب اس سے یہ تھا کہ اناڑی لوگون تک مین کچھ کچھ شناختین مقرر ہین اور اکثر اندازہ صحیح نکلتا ہی کہ لڑکے اور لڑکی کے حمل کی صورت مین فرق ہوتا ہی۔ لڑکی کا حمل چپٹا اور لڑکے کا اوبھرا ہوا۔ اور حاملہ کو اکل و شرب مین خاص خاص چیزون کی جانب مطابق جنس حمل رغبت و نفرت ہوتی ہی اور یہ کلیہ صحیح ہی کہ مشاقی کسی کام کے انجام دینے کی باعث ترقی ہی مگر جناب یہ تو نہین ممکن ہی کہ مرد بچے جننے لگین اور دودھ پلانے لگین۔ آپ ذرا تشریح اور علم خواص افعال اعضا (فزیالوجی) کو ملحوظ رکھکر گفتگو کیجیے۔ ہان سیر و تماشا۔ میرے نزدیک اگر انسان مرد ہو یا عورت

لہو ولعب مین مصروف رہنے کی عادت ڈالنا ہی تو مسرت ہوتی ہی بہت سے مرد ایسے ہین جنکو سیر تماشے اور لہو ولعب سے نفرت ہی اور یہ بھی مانا تو جائز اور معقول تفریح عورتون کے واسطے اب بھی موجود ہی۔ ناچ گانے کو بجاے رنڈیون کے ڈومنیان موجود ہین باغ وبوستان سے غیر محرمون کو دور کر دیجیے اور سیر کرائیے کوئی اعتراض نہین۔ مگر عورتون کو گھر کے کام دھندے انتظام خانہ داری اور اسی طرح کی باتون سے فرصت ہی کم رہتی ہی اسکے واسطے کام کثرت سے ہین جنسے فرصت کم ہو سکتی ہی اور انسان نے نہین خود نیچر نے بہت تعلقات ایسے سرشت مین مرد اور مادہ کے رکھے ہین جو اگر ایک دوسرے سے الگ نرہینگے تو انتظام مین خلل عظیم پڑیگا اور اُس سے طرفین کو بجز زحمت اور زندگی اجیرن ہو جانیکے کچھ خاک پتھر نہ حاصل ہوگا۔ پردیکھیے اگر اصل اصول بامعان نظر دیکھے جائین تو ادراک ہو سکتا ہی کہ پردہ متنازعہ فیہ قید مکانی بغرض غایت تحفظ اور خارج کا نام ہی اور خود نیچر کی بعض مواقع اور ضرورتین محتاج الیہ ہین جسکے بغیر طرح طرح کے اُن مضار کا اندیشہ ہی جو خلاف نیچر افعال سے پیدا ہوتے ہین بخلاف انسان کے تو انسان ہی بعض جانور تک زمانہ وضع حمل اور پرورش اولاد مین آشیانہ اور بھٹ اور گوشہ محفوظ اختیار کرتے ہین تاکہ انڈے سینے اور بچون کی داشت بقدر امکان نوع ہو سکے پس وہ زمانہ خواہ نخواہ پردے ہی کا ٹھہرا اور اُس سے گریز نا ممکن ہی اور خلاف اُسکے خلاف فطرت ٹھہرے اور مضار یقینی ٹھہرے فہو المطلب والمقصود علاوہ برین یہ کوئی اہم بات ایسی نہین کہ جسمین فائدہ ہو بہت سی خرابیان بھی تو ہین۔ اُنپر بھی تو غور فرمائیے اُنکی تفصیل کی حاجت نہین۔ اگر آپکی مان نہین۔ بہو بیٹیان ہین تو آپ اپنے دلپر ہاتھ رکھیے اور آپنے عملدرآمد تو ضرور ہی شروع کر دیا ہوگا۔ انصاف سے کہیے کبھی کسی جگہ چھپنے کی نوبت آتی ہی کہ نہین۔ اور کیا پردے سے باہر والیان سب نعمات حاصل کرتی ہون۔

ریفارمر۔ جناب اصل یہ ہی کہ مین ابھی تک ان جھگڑون سے الگ ہون حالت تجرد مین بسر ہوتی ہی۔ اور وطن مین بھی بجز مان کے اور کوئی نہین۔ مگر آپکو ان خرابات سے کیا علاقہ انشاءاللہ جیسا ہوگا تو دیکھیے گا ان خیالات کی ضرور پابندی ہوگی جتنی کہ تدریج کیواسطے یہ خط الارحی ہوگی

معترض۔ خیر جو ارادہ دل مین آئے سکو کیا ساری دنیا کو آپ جلا دیجیے۔ بس بہتر ہی آپ اس بحث کو کبھی اُسوقت تک ملتوی رکھیں۔ اول خویش بعدہ درویش۔

ریفارمر۔ چہ خوش اسلئے کیا معنے بلا دلیل حجت یہ آپ کیونکر کہہ سکتے ہین بحث کرتے ہین

یا دلگی بازی یہ امر داب مناظرہ کے بالکل خلاف ہی۔

معترض۔ جی نہین نہا۔ بلا دلیل تہین۔

ریفارمر۔ پھر فرماتے کیون نہین۔ دلیل بھی کوئی عورت ہی جسکو پردے مین آپ بٹھائے ہین۔ اجی حضرت پردہ خفا سے نکالیے۔

معترض۔ چشم بصیرت بھی تو ہونی شرط ہے۔ آپ مین ابھی اہمیت اس مبحث پر گفتگو کی نہین اگر پہلے معلوم ہوتا تو اسقدر بھی گفتگو نہ کی جاتی۔ آپکو مستورات کے حالات کا علم نہین جو کچھ آپکی معلومات ہی سب مجہول ہی۔ آپکو منصب ہی نہین کہ اس بارہ مین زبان کھولیے۔ آپ اسکے اہل ہی نہین بد شو جسکو اہلیہ نہین

اسپر ریفارمر صاحب گھبرائے۔ جواب مین رُکے۔ مولوی نے دیکھا بغلین جھانکنے لگے اور متغیر ہو گئے۔ اب دوسری شرارت سوجھی کہنے لگے "بس بس چپ رہیے جبتک آپ ننگ و ناموس نہ پیدا کیجیے دوسرون کے ننگ و ناموس سے متعلق ایک حرف زبان سے نہ نکالیے۔

ریفارمر۔ اچھا صاحب فرض کر لیجیے ہمارے سب کوئی ہی

معترض۔ جی فرض سنت سب کو تہ کر رکھیے۔ یہ بات چلنے والی نہین پہلے ناموس پیدا کیجیے۔ پھر تجربہ کیجیے۔ پھر میدان مناظرہ مین آئیے۔

ریفارمر صاحب بہت ہی زچ ہوے۔ کچھ بنائے نہ بنی جھلا کر کہنے لگے "یہ کوئی مناظرہ نہین۔ گنڈیونکی پنچایت ہی۔ بالکل غیر مہذب صحبت ہی۔ آپکو خود اہلیت مناظرہ کی خبر تک نہین"

معترض۔ واقعی اگر صحبت مہذب نہ تھی تو ایسے ایسے نا اہل جاہل کیون مجال زبان کھولنے کی پاتے۔

ریفارمر۔ بس چپ رہیے واللہ مین نے بہت ضبط کیا ایسے لوگون سے مین بات نہین کرتا۔ محض تضیع اوقات ہی زیادہ گفتگو نہ کیجیے۔

معترض۔ جی مین تو ضرور خدمت کرونگا۔ آپ نے سبکو دھوکا دیا مجھے حق حاصل ہی کہ آپ سے اسکا جواب طلب کرون۔ کہ آپ نے بدون منصب کیون اسقدر جسارت کی

ریفارمر۔ تو کیا آپ ہماری آزادی تقریر روکین گے۔

معترض۔ بے شک۔

ریفارمر۔ کس طرح۔

معترض۔ اس طرح کہ ایک اقرار نامہ لکھیے۔

ریفارمر۔ کس بات کا۔

معترض۔ اس بات کا کہ تا زمانیکہ مین اہلیت نہ پیدا کرون اس مبحث کو زبان پر نہ لاؤنگا اور اگر لاؤن تو جمہور عوام و خواص ہرگز اُسپر متوجہ نہون اور جبتک لکھے گا آپ اس جلسہ سے اُٹھنے نہ پائینگے۔

یہ بات کچھ ایسے تیور بدل کر کہی گئی تھی کہ نواب سہم سے گئے۔ کوئی مسکرایا۔ کوئی ہنسا کوئی ریفامر صاحب کی طرف دیکھنے لگا۔ لیکن بولتا کوئی نہیں۔ یہ ناگوار حالت دیر تک رکھنی منظور ہی نہ تھی سخت غصہ آیا جی چاہتا تھا بھاگ کھڑے ہون۔ یا کوئی اس موذی مولوی کو بھگا دے دونون محال۔

آخر مولوی نے قلم دوات کاغذ منگوایا حکم دیا "لیجیے لکھیے اسپر اقرار نامہ بے چون و چرا کوئی عذر نہ چلا یہ لکھا گیا۔

منکہ بھولے نواب ولد نامعلوم ساکن لکھنؤ حال وارد شہر حیدر آباد دکن کا ہون۔ جو کہ مین پردہ عورات ہندوستانی پر بلا منصب و اہلیت بحث کیا کرتا تھا اور میرے خاندان مین کوئی عورت نہین نہ اہل و عیال رکھتا ہون نہ اسقدر علمیت ہی صرف ایک ضعیفہ مان ہین وہ میرے وطن مین ہین۔ اور مجھے عورتون کا حال نہین معلوم ہوسکتا۔ اُنکے خیالات و عادات وغیرہ کا کچھ تجربہ نہین اسوجہ سے مین پردے کے بارے مین رائے صحیح نہین رکھ سکتا لہذا اقرار کرتا ہون کہ جب تک وہ حالت نہ پیدا ہوئے کہ تجربہ ذاتی و صفاتی سے رائے زنی کے قابل ہوجاؤن تب تک کبھی ہرگز ایسی بحث نہ چھیڑونگا۔ اگر احیاناً کسی تقریر یا تحریر کے ذریعہ سے یہ بحث چھیڑون تو غیر معتبر تصور کیجائے

دستخط

بھولے نواب عفی عنہ بقلم خاص

گواہ شد گواہ شد گواہ شد گواہ شد گواہ شد

احمد شریف راجو ٹیپو خان غلام دستگیر عبد اللہ قادری لڑکی

دستاویز مکمل ہوگئی۔ مولوی نے قبضے مین کی۔ ریفارمر کی زبان در کام بحث تمام۔ مگر نفس ناطقہ در یا ہی۔ ایک طرف بند سے رد کو۔ دوسری طرف زمین کا تماہی۔ نواب بھی حیوان ناطق ذہن کیون معطل رہتا۔ متخیلہ کس سبب سے بیکار ہوتا۔ بظاہر چپ۔ مگر دل مین لائل کو رہے تھے یہ کیون کہا۔ وہ کیون چھوڑا۔ صرف معقولی کیون بحث تھی منقولی کیون نہ کی۔ افسوس یہ چوک ہوئی۔ پبلک مین بد ہوگئی۔ مگر نہین سمجھدار ایسا نہ سمجھین گے۔ سا جی یہ مولوی کٹھ ملا ہے۔

المختصر معترض کے چلے جانے پر دوستون نے ریفارمر کو روک لیا۔ اٹھک شوئی کی۔ شاباش۔ مرحبا۔ خوب بحث ہوئی دوستون نے مبارکباد دی۔ فتح پر نہین شکست پر تہذیب کے ساتھ بحث ختم ہونے پر۔ ضبط پر۔ تہذیب برتاؤ پر۔ طرز تقریر پر۔ شکست خرابی تقریر پر محمول نہوئی ایک ایسی بات پر جو خارج از بحث تھی۔ لیاقت پر دھبا نہین آیا۔ مولوی نے دھاندلی کی اخلاقی شکست کھائی ہے۔

یہ سب کچھ تو ہوا۔ مگر کسی نے یہ نہ پوچھا یا اب زبان کس بحث پر کھلے۔ کئی روز ندامت رہی۔ افسوس رہا۔ آنکھ سے آنکھ نہ ملا سکے علیل رہے۔ درد سر۔ اضمحلال رہا۔ کمرے سے کم نکلے ہنسی نہ آئی۔ کئی چیزین ہاتھ سے ٹوٹین۔ کئی دفعہ دوات الٹ گئی۔ اولٹا چرٹ سلگایا گھڑی ادلٹی کو کنے سے کمانی ٹوٹ گئی۔ بھوک کم ہوگئی۔ عورت کے خیال سے غرانے۔ کمرے کے پردون سے چھپنے لگے۔ باماں خاتون یاد آئین مگر ملنے کو جی نہ چاہا۔ آخر دل گھبرایا کیا کرنا چاہیے ہندوستان عجب نکبت زدہ ملک۔ مسلمان کمبخت کبھی نہ ترقی کرینگے۔ یہ مولوی لوگ عدوے قوم ہین۔ جیسے سرحدی ملا۔ خدا انکو اٹھالے۔ اصلاح نہین ہونے دیتے جہان دیکھو ٹنگڑی اڑانے کو موجود۔ جینا دشوار۔

آخر ایک اور ہی شغلہ سوجھ گیا۔ یعنی نکاح بیوگان۔ بس یہی محفوظ مضمون ہے اسکی مخالفت کی مجال کسکو ہوگی۔ اسی مین نام پیدا کرو۔ ہندو بھی خوش مسلمان بھی خوش۔ یہ بھی گھاٹ خواجہ کا۔ یعنے عورات سے یہ بھی متعلق۔

آٹھوان باب

باز ہوئے جہنم آرزو نت

نواب نے تنخی نامے مین نام اصلی لکھا۔ سکونت بھی ٹھیک لکھی۔ یا یہ اخفا۔ یا یون افشا بات یہ کہ پولیس کے خوف مین کمی ہوگئی تھی۔ لکھنؤ کے لوگ دکن مین بسا رنگ۔ مکھیان شہد کے چھتے مین۔ آمد رفت برابر جاری۔ دو چار انکے بھی جان پہچان مل گئے۔ انھے اتنا معلوم ہوگیا کہ وہان انکی ضرورت نہین۔ ادھر سے ایک وکیل تازہ ولایت پہنچے تھے۔ یہان انکی وکالت کچھ چلتی تھی۔ یہان تحسین سے کچھ ملجاتا تھا۔ بدمعاشوان کی وکالت سے انھون نے جراگاہ حسن کوتا کا۔ ذہن سے جا ہوئے۔ یہ اور وہ ہم کالج تھے ملے۔ ربط ضبط بڑھا خاص اپنے معاملہ مین راے لی۔ انھون نے تسلی کردی گویا دل کا کانٹا نکل گیا۔ دھڑکا جاتا رہا۔ مان نے براہ راست کے کتابت کیا۔ دل کھل گیا۔

کچھ تنخواہ بھی بھیجنے لگے۔ مگر میر صادق سے گلہ باقی رہا۔ یہ بھی خاموش رہے۔ اب نکاح بیوگان کا مسئلہ چھیڑا۔ حالی کی فریادِ بیوہ۔ محمد اسحق مرحوم کا رسالہ۔ ڈپٹی نذیر احمد کی ایامی۔ ملا باری کی یادداشت اور بھی چھوٹی بڑی کتابین سب جمع ہو گئین۔ لکچر دیے جلسے کیے۔ مگر جس حیل ہل کی امید تھی کچھ نہوئی جمہور نے توجہ نہین کی۔ وہان یہ مسئلہ نیا خبط معلوم ہوا۔ کچھ رسم و رواج اور بہت کچھ تمول۔ تغافل کے سرد جھونکون سے یہ درخت ٹھٹھر کر رہ گیا۔ وہانکی بیوائین انکی صلاح کی محتاج نہ تھین اپنا نیک بد بخوبی سے جانتی تھین۔ لا محالہ اونچ کی لینی پڑی یعنے ایک دفتر قائم ہوا اور کہان ہند بالائی مین اپنے گھر کے قریب۔ کئی ایک رجسٹر بنے جسمین بیوہ کا نام بمتوفی شوہر کا نام۔ عمر۔ قوم۔ مذہب۔ اولاد وغیرہ کے خانے تھے۔ یہ انتظام سوچا گیا کہ بیواؤنکی شادی کا جھگڑا اپنے سر لینا چاہیے۔ مہم جنگ کے واسطے ٹٹو بیل خچر بھرتی ہوتے ہین۔ یہ کارخانہ بیواؤن کو شوہر رسائی کا ذمہ اٹھائے۔ اخبارات مین اعلان دیا گیا۔

صلاے عام

ہندوستان پر بہت بڑی پھٹکار ہے کہ اسمین اکثر بیواؤن پر سخت ظلم کیا جاتا ہے کہ وہ دوسری شادی نہین کرنے پاتین۔ اور انکی زندگی موت سے بھی ہزار درجہ تکلیف دینے والی ہوتی ہے جسکو خیال کرکے آٹھ آٹھ آنسو رونے کو طبیعت آمادہ ہو کر افسوس و حسرت کے دریا مین غرق ہونے کے واسطے کمر ہمت چست باندھنے مین لمحہ لمحہ اصرار کرکے دردمند دلونکو صدمہ پہونچانے مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کرتی ہے۔ حالانکہ چند محبان ملک و ترقی خواہان جنس اناث نے بڑی کوشش افہام تفہیم کی اور بذریعہ تحریر و تقریر و تصنیف کے اہل وطن کو باور کرانے مین کماحقہ سعی فرمانے مین ذرہ برابر پہلو تہی نکرکے بخوبی واضح اور روشن کرکے ثابت کر دیا کہ یہ کام ثواب اور درستی اخلاق اور انسانی ہمدردی سے لبریز ہے مگر افسوس نظر غور سے اکثر حضرات نے تائید فرما کر خلعت قبولیت دیا۔ مگر عملی طور سے بہت ہی کم رائج ہوا۔ لہذا مجبور ہو کر اور کوئی تدبیر اسکے نظر نہ آئی کہ لکھنؤ مین ایک کارخانہ قائم کیا جائے جو بیواؤن کی شادی کا اہتمام اپنے ذمہ لے اور نکاح ثانی کی ترغیبین ذکور و اناث کو دے اور ہر طرح اس کار خیر کے سرانجام مین خفیہ و علانیہ مدد دے۔ یہ کارخانہ بعنایت الٰہی بیوؤن اور رنڈوون کے رجسٹر رکھیگا اور جہانتک یہ دونون سکنڈ ہینڈ (استعمال شدہ) زن و مرد فراحت چاہینگے وہانتک انکین باہم عقد کرائیگا۔ اور اگر بیوہ کی مرضی ہوگی کہ کنوارے ہی مرد سے عقد کرے تو اسکا انتظام کئی

کر دیا جائیگا۔ ہان۔ رنڈوؤن کو اپنے واسطے انتظام کر لینا ہوگا۔

تمام اہل وطن چہ ہندو چہ مسلمان سے امید کیجاتی ہیکہ ہر جگہ ہر مقام سے جہان کی بیوی ہو اور زنا شوئی کا طریقہ رائج ہے اس کارخانہ کو اطلاع دیتے رہینگے کہ کون کون عورت بیوہ ہوئی اور کس مرد کی زوجہ نے انتقال کیا۔ یہ کارخانہ ایک فارم جسمین عمر اور نام وغیرہ جملہ مراتب مندرج ہونگے اور یہ بھی لکھا ہوگا کہ صاحب اولاد ہے یا نہین اور کے اولادین ہین روانہ کریگا۔ اسکی خانہ پری کرکے واپس کرنا ہوگا تاکہ رجسٹر مین نام مع مفصل حالات کے درج رہے کہ خط کتابت مین آسانی ہو۔ علاوہ اسکے کارخانہ کی جانب سے ایجنٹ بھی مقرر ہونگے جو مفصلات مین دورہ کرکے بذریعہ تحریر و تقریر و تدبیر اس مقصد کو حاصل کرینگے اور تحقیقات کرکے صدر مقام کو اطلاع دیتے رہینگے اور ہوسکیگا تو ایسے نکاح اور کچھ نہ کچھ بھی کرا دیا کرینگے

جملہ خط کتابت بنام سکرٹری انجمن عقد بیوگان مقام لکھنؤ ہونی چاہیے۔

اسکے سوا اخبارون۔ رسالون مین کثرت سے مضامین شایع کیے گئے چندہ جمع ہوا بمبئی کے تاجرون۔ حیدرآباد کے امرا۔ بہار۔ بنگال کے زمیندارون۔ اودھ کے تعلقہ دارون مغربی و شمالی کے علاقہ دارون نے بہت کچھ دیا۔ ریفارمر کو لکھنؤ آنا پڑا۔ پھر وطن کو نہین کارخانہ جانے کو۔ کچھ دولت کسی طرح جمع بھی کر لی تھی۔ نئی تہذیب بھی سیکھی تھی سب کچھ تھا آرام آیا گھر کی لو لگی۔ کام آن پڑا۔ نوکری سے رخصت بھی کم۔ رخصت بھی نہین ملتی۔ استعفا دیدیا۔ جھگڑا ختم ہوا۔ بہنون کے واسطے یہ سب گوارا۔ فوراً گھر خط لکھا۔ آگئے ہین۔ پانچ چھ روز کے بعد لکھنؤ کے اسٹیشن پر سکنڈ کلاس کی گاڑی مین بہت سے بکس۔ صندوق۔ بیگ۔ تھیلیان۔ ٹفن باسکٹ۔ دیکھکر قلیون کی پلٹن نے سلامی اتاری۔ ٹکٹ کلکٹر نے استقبال کیا۔ گاڑی والون نے "ادھر آئیے ادھر آئیے" کا غلغلہ مچایا۔ الغرض کسی نہ کسی طرح دھوم دھام سے داخل ہوئے۔ گھر دیکھا جا بجا شکست۔ کوڑے کرکٹ کے ڈھیر۔ نوکر نہ چاکر۔ گھر مین ابابیلون نے گھر کیا۔ چمگادڑون نے چھاؤنی چھائی۔ برآمدے مین دودھ والی جو کرایہ پر رہتی ہے اُسنے دھوئین کا پلاستر دیوارون پر کر رکھا ہے۔ ایک دم جوڑی کواڑو نکی چور اتار لیگئے ہین۔ دو چار کے قبضے گل گئے۔ پٹ مفلوج کے ہاتھ کی طرح جھولتے ہین۔ اب گرے کہ اب گرے۔ سخت حسرت اور ندامت ہوئی۔ حسرت اس سے کہ اگلا زمانہ یاد آیا۔ ندامت اسلیئے کہ کئی نوکرون نے خط لکھے تھے۔ تو اب یہ کا خیال آیا تو دیکھا۔ کہان اسباب رکھا جائے۔ کہان ڈرائنگ روم۔ ملاقات کا کمرہ ہو

کدھر بڈروم (خوابگاہ) قرار پائے۔ کون جگہ باتھ روم (پاخانہ و غسلخانہ) بنائی جائے۔ کدھر نوکر چاکر رہیں۔ مگر یہ خیالات تو نوکروں کے اُٹھے تھے۔ نواب کو دفتر کی فکر پہلے ہوئی مگر سر دست گردن جھکائے اندر چلے گئے۔

ماں کی خوشی زبان و قلم سے ادا ہونا محال ہے صرف ماں ہی کا دل اندازہ کر سکتا ہے جیسے تڑپے۔ نواب کے ماتم میں منہ دیکھا لگا تھا تب سے آج جاکر خوش ہوئیں بچے کو دوڑ کے گلے سے لگا لیا خوب روئیں۔ اور جی سے روئیں غم سے نہیں خوشی سے سوکھے دھانوں پانی پڑا۔ مردہ تن میں جان آئی پہلے خیر و عافیت پوچھی نوکری چاکری کا چرچا رہا۔ پھر اپنی مصیبت دکھ درد کی کہانی سُنائی نواب کو طرح طرح کا رنج ہوا۔ مگر مکان اور دفتر کی فکر سامنے آگئی خیال بٹ گیا۔

محلے میں چرچا ہوا پہلے تو کوئی خبر بھی نہ تھی جب سُنا بہت کچھ دولت لائے ہیں۔ نوکر چاکر تک اسٹیشن سے جھیپو نپر چڑھ کر آئے۔ اور نواب نے دلکشا کی طرف کوئی کوٹھی کرایہ کو لی ہے۔ تو سب عزیز۔ قریب۔ دوست۔ آشنا ملنے کو دوڑے۔ ہفتہ بھر تک تیل ماش آتے رہے ڈومنیاں مبارکباد کو آئیں۔ انکے دو اور دوست تھے جنکی ملاقات گراں قیمت تھی وجہ یہ اُنکی خاطر مدارات میں خرچ بہت ہوتا۔ دلی محبت نہیں شکمی اُلفت تھی یعنی اکثر دعوتیں کھایا کرتے تھے۔ پھر کو سیکڑوں دور کنکوے میں اڑاتے تھے۔ انھوں نے آپکی خبر سُنی تھی پہلے ملاقات نہ کی سبب یہ کہ ایک وکیل ہوگئے تھے۔ کام سے فرصت نہ ملی دوسرا کو ترکے میں دو سو یا دو لاکھ روپیہ ملگیا تھا مہاجنی کرنے لگے تھے۔ کاروبار میں اُلجھے تھے۔ مگر جنٹلمین کا پلٹ اور دولت کی خبر پھر پرانی چوٹ کو پروائی ہوا کی طرح اُبھار اُٹھی تلاش سے کوٹھی پر جا ملے میر صادق سے بھی صفائی ہو گئی۔

بھولے نواب اب بے خبر نہ رہے تھے۔ اگلے سے خرچ کہاں وہ دلچسپی نہ ہوئی۔ سب ایک ایک کرکے مایوس چلے آئے۔ جنٹلمین ملکی خادم خیر خواہ ہیں کہ ان کو کافی فرصت ملی۔ دفتر مرتب ہوا کئی کلرک نوکر ہوئے۔ رجسٹر کھولے گئے۔ شہر کا جو تی نامہ بذریعہ پیش کرنے کو ایجنٹ مقرر ہوئے ایک مہینہ گذرا دو مہینے گذرے۔ کوئی عورت بیوہ ہی نہیں ہوتی۔ سوچے یوں کام نہ چلیگا محلے محلے خود دورہ کیا جس سے ملاقات ہوتی عقد ثانی کا لکچر دیا جاتا۔

مصیبت ابھی پڑی ہی تھی آپنے بیوہ کے نکاح ثانی کا ذکر چھیڑ دیا۔ زلیخا بہن کا دھوم بھی تھا عدت کے بارے میں اسقدر اصرار چاہتے تھے کہ اگر حاملہ بیوہ ہو تو بعد وضع حمل نکاح کیا جائے۔ اور نہیں تو کچھ ضرورت انتظار کی نہیں۔ اس سے مولوی کا گروہ جیسا جبہ پوش ہوا۔ ہزار دونوں میں

ایک پنڈت بنارس سے آئے ہوے تھے۔ اُنھون نے نکاح ثانی کی مخالفت شروع کردی طرح طرح کی خرابیان بتائین۔ اور بڑی بات یہ نکالی۔ ہندوون مین عقد جسمانی ہی نہین عقد روحی ہوتا ہی۔ عورت شوہر کے بعد بھی اُسکی ہو رہتی ہی۔ انھون نے اس پہلو پر غور نہ کیا تھا سخت مایوس ہوے۔ مگر جو حضرات تہذیب اور تعلیم کا دعوےٰ رکھتے تھے۔ آریہ برہمو وغیرہ انھون نے اُنکی اشک شوئی کردی تھی۔ ہر کوشش مین کچھ نہ کچھ عذر کامیابی ہو ہی جاتی ہی خصوصاً جب چند آدمیون کی روزی اُسپر منحصر ہو۔ وہ ایک بیوہ آئین نکاح کی خواہشمند چار لاکو [illegible] پیدا کر دیتے ہین جیسے بعض وکیل مقدمے گڑھ لیتے ہین۔ بیگم جان (خانگی) اُس سہاگن تعلیم مگر دو شہر [illegible] چل چکی تھی۔ پھر اگر کسی یار کے گھر بیٹھا چاہتی تھین ایکھے اشتاء آغا فرا بد گمانیون اور روز کے جھگڑون سے زچ ہو کر ڈربے مین بند کرنا چاہتے تھے۔ دلگی بافون کے کہنے سے راضی ہوگئے دونون نے رجسٹر مین نام لکھا نکاح پڑھوا لیا۔ گو رانکمار لنا باوجود ہندی ہو جانے کے بھی خوشحال نہ تھی برادری سے انکھ گئی تھی۔ لوگون نے گھیر گھار بیوائون مین نام لکھوا یا بوشیام بہاری کرمی سے بھونری کرادی کام چل نکلا۔ اس کامیابی پر نواب بہت خوش ہوے خوب شہیر غرض ترغیب کی

نوان باب

ایک کو دوسرے کی فکر

دلگی کی بات ہی۔ مان صاحبزادے کی شادی کی فکر مین۔ صاحبزادے ہین کہ دوسرے نکاح کی گھات مین۔ وہان مشاطاؤن کا جھگڑا جہیز سلامی حسب نسب کا چرچا یہان نکاح ثانی کا مسئلہ پیش کرنے کا ارادہ۔ دونون طرف ہزار منصوبے گٹھ رہے ہین۔ اُنکی ماما انکی رپورٹ برابر ادھر خیال کرکے کا کمائی کرلایا ہی۔ اپنی انکھون کے سامنے خانہ آبادی ہو جائے میان بغیرت کا اگر کوئی پہر بحث کر بیٹھا کہ مان کو کیون رانڈ بیاہ کر لیجیے تو پھر بھی نامہ لکھنا پڑیگا۔ بار بار پہلے سوچ رہین مگر ذہن نہین لڑتا۔ نواب کی نسبت شہر بیگم نے خوشخبری بھی سنادی تھی [illegible] کرنے کو یہ چین بچین ہوے۔ انکار تو نہین کیا مگر اقرار بھی نہین کیا کہنے لگے [illegible] ابھی [illegible] ضروری نہین۔ مجھے فرائض سے فرصت ہولے تو کیا مضائقہ۔

مان۔ بیٹا تمہیں سلامتی سے ابھی نہ کیا کوئی بال بچہ بیاہنا ہی جب جب [illegible] دن [illegible] بوڑھون کی سی باتین کرتے ہو۔

ذلفقار۔ ہر حج نہین۔ مجھے بڑے بڑے فرض ہین۔

ماں - آخر میں بھی تو سنوں - اس بارے میں نواب ہٹ نہ کرنا - آخر میرا بھی کچھ حق ہے یا نہیں

ریفارمر - مجھے بھی تو اسی کا خیال ہے -

ماں - پھر انکار کیوں کرتے ہو -

ریفارمر - یہ بھی کوئی موقع ہے -

ماں - یہ کیوں -

ریفارمر - یہ اسلیے کہ پہلے آپکا انتظام ہو جائے -

ماں - میرا انتظام کیا - کیا میں مر جاؤنگی تب کروگے -

ریفارمر - نہیں یہ نہیں - آپ سمجھتی نہیں -

ماں - پھر کیا مجھکو الگ کر دوگے - آبدیدہ ہو کر میں تو چاہتی ہوں ہو جائے تمہارا گھر بس جائے میرا کیا اعتبار - آج ہوئی کل دوسرا دن - جبتک جیوں تمہاری بیوی کی خدمت کرتی رہوں

ریفارمر - لاحول ولا - نہیں میری رائے ہے آپ پہلے اپنا نکاح کر لیں کچھ یہ بات بری نہیں - شہزادیوں - پیرزادیوں نے کیا ہے -

بیگم ہکا بکا رہ گئیں - سناٹا ہو گیا - خواب ہے یا بیداری میں دیوانی ہوں یا بڈھیا خبطی زبان سے کچھ نہ کہہ سکیں - دل میں بہت کڑھیں - اگر نواب کوئی گالی دیتے تو اتنا رنج نہوتا کچھ نہ بن پڑی تو رونے لگیں - نواب نے نصیحت نامہ کھولا - قال اللہ - قال الرسول سمجھایا - ایک کتاب اٹھا لائے جسمیں رسول خدا - خلفاء - ائمہ - اکابر مذہب کی ان بیویوں کی فہرست تھی جنھوں نے ایسے نکاح کیے ہیں - ماں نے ایک نہ سنی - نواب سر پٹک کر کے مایوس اٹھ کھڑے ہوئے - یہ پہلی صلح ہوئی تھی - دونوں نے دن کو کھانا نہ کھایا - کہیں اگلے زمانے میں ماماں نے ایک سائیس سے نکاح پڑھوا لیا تھا - اسپر بہت خفا ہوئیں - نکاح نہیں - اسکی غیر حاضری ہے -

اب کہاں بیٹے سے بیٹے ماں سے خفا - نواب کا سارا منصوبہ بیکار ہوا جاتا ہے - بیگم اپنے حسن و جمال اور مہاجرانہ کی غریبانہ میں کوئی مناسبت نہ پاتیں تھا - ان میں کیسی ہو نہیں سادات بھی خاطر سے تھیں اور بڑے گھرانے کی بیوی کا داتھا نیوالی حکیم نے فہرو مال کبھی خرچ نہیں کیا - ایک طرف غم دوسری طرف غصہ - ساعت بھر ہی چرچے ہوتے تھے - جہاں بیٹے کی بات ٹھہری تھی تیماں خبر پہنچی ان لوگوں کو دولتی کا موقع ہاتھ آیا - لڑکی کی ماں مر چکی تھی - ادھر سمدھن کو تلی دوہر سمدھی ان لوگوں نے بالا بالا نواب کے پاس پیام بھیجا یا آپ آنکھوں دیکھے ادھر سمدھیانہ والوں نے بھی

سلام بھی سے کہلا بھیجا۔ کیونکہ لڑکے سے نفاق بڑہاتی ہین اوسکے کہنے پر عمل کرین شرع مین کیا شرم کچھ بُری بات تہوڑی کہتا ہے۔ اگر لڑکے کی مان اپنا نکاح پہلے نکریگی تو ہمکو بھی یہ قرابت منظور ہوگی۔ مان بیٹیون کی لڑائی مین ہماری لڑکی کی مٹی خراب ہوگی لڑکے کے کان تک یہی بات پہونچ دی۔ جبتک تمہاری مان سے میل ہوگا ہم نسبت نکرینگے انکو غصہ آیا عہد کر بیٹھے۔ مین خود بیوہ ہی سے شادی کرونگا۔

ریفارمر کا سارا آرام کافور ہو گیا۔ عجب مخمصے مین جان ہے سچ ہے تم مہذب ملک مین ایسے ریفارمرون کی تو ہمین مٹی خراب ہوتی ہے۔ اونکی خرابی سے نہین وقت کی خرابی سے مولویون نے یہ حال سُنا انکے ہان کفر کے فتوے آسانی سے ملجاتے ہین انکو بھی کافر خطاب ملا۔ نکاح ثانی کی کوشش پر ہمین مان سے لڑنے پر اچھی طرح لگو ہوگئے۔ کاہل سوسائٹی مین جہل پیدا کرتے ہین پرانے وضعدار خفا ہوئے نئی بات پھیلاتے ہین گنج ہم عزت دار خفا ہوگئے بے غیرتی کرتے ہین معقول لوگ خفا ہوئے بے تمیزی اچھی بات کو بگاڑتے ہین زمانہ شناس خفا ہوئے۔ قبل از وقت شورش پیدا کرتے ہین۔ حاسد خفا ہوئے نام چاہتے ہین۔ ریفارمر خفا ہوئے سب سے۔ ان سے۔ اہل وطن سے شہر سے۔ ہندو سے۔ مسلمان سے عورت۔ مرد سے اپنی ذات سے اس بنا پر کہ ہم سے سب خفا ہین۔ کہین کسی شوریدہ مزاج کو آپنے نصیحت کی تھی دو چار کے سامنے اس الزام پر بہت کچھ کہا سُنا تھا کہ اوسکے عزیزون مین ایک بیوہ بیٹھی تھی اس سے اصرار تھا کہ کیون اوسکا نکاح نہین ٹھیرا دیتا۔ اگر کوئی نہین ملتا تو ہم خود تلاش کرسکتے ہین یہ بات ناگوار گذری۔ دلمین عداوت بڑہی شہدا کو شہدا اکٹھے دو چار اخوان الشیاطین کو گانٹھا۔ ریفارمر سے جاکے کہا جمعے کو نکاح ہے آپ ہی پڑھا دین تو مہربانی ہو۔ راضی ہونے مین کیا تامل تھا بیڑا ہی اٹھایا تھا بعد مغرب مکان پر پہونچ گئے۔ کوئی آدمی اپنے ساتھ نہ لیجاسکے اور کسی جگہ بھی نہین تحیط اور التماس سے۔ اعزا کو بلانیکی طرفین کو مقدرت نہ تھی۔ نصف خفیہ معاملہ تھا۔ دروازے پر پہونچے پردہ ہوا اندر داخل ہوئے کنڈی بند ہوئی۔ دالان مین ایک خنگا سا پہلوان بیٹھا تھا ضعیفی پردہ پڑا گھر مین اندھیرا صرف ایک ٹین کی کُپی۔ وہ بھی ٹمٹماتی۔ یہ جاکر بیٹھے مگر وحشت عظم اللہ خانی ہوا احمد گلوریان کاٹے پانوکی ایک میلی سی تشتری مین آگئی گواہ اور وکیل کوٹھے پر سے اوترے شاید آسمانی فرشتے عزرائیل کے اسسٹنٹ یا انکے بھائی بند گرد حلقہ کرکے بیٹھ گئے ایک نے بوٹ جو بڑی کا دُمندا لینے اوترا تھا اوڑا دیا۔ دوسرا ایکھ اسی تمیزی سے بگڑ کر بیٹھا کہ ترکی ٹوپی گر گئی۔ تیسری نے اٹھائی۔ چوتھے نے کپی گل کردی۔ پھر پھر اکر سب اٹھ کھڑے ہوئے پردے کے اندر سے دھن کی عوض تین چار مشٹنڈے اور نکل پڑے۔ فرش کا ایک پگ کو لیکر ریفارمر کو دری چاندنی مین۔

خوب ملفوف کیا مبارکبادی کا چرچا ہوا باجے بجنے لگا مجری گت بنائی۔ نکاح ہو کاح کیسا بلا ایجاب و قبول کارروائی ہونے لگی۔ کبوتر باز نے بلی پکڑی۔ اندر ہی اندر شیروانی مسکی پتلون کا بخیہ ادھڑ گیا قمیص کے کف اور کالر مل دل گئے۔ ریفارمر پلیندرے کی طرح اچھی طرح بگھارے گئے۔ بیدم ہو گئے بدن چور چور ریفارمری کا قورمہ پھر لفافے سے خوش خط بنے۔ یعنی کپڑے اتروائے گئے پتلون شیروانی نکٹائی ٹوپی قمیص۔ مہر معجل کی طرح فوراً لے لیا گیا۔ نہ ہوائی کی آستینیں یا بخیے نہیں ایک ٹوٹی چارپائی مین چارونطرف ہاتھ پاؤں جکڑ کر صحن مین ڈالدیے گئے۔ جاڑے کے دن شبنم کے آنسو دن سے آسمان روتا رہا۔ ہوا نے سرد آہیں بھریں۔ برف نے چادر ڈالی مزاج سے اچھی طرح حرارت نکالی شکنجے سے سارا کس بل گیا۔ ریفارمری کا خبط دماغ سے دھواں بنکر نکل گیا بہت روئے گڑگڑائے توبہ کی۔ اقرار کیا۔ ریفارمری چھوڑنے کا انہیں شہر ترک کرنیکا تین بجے کے قریب ننگی پیٹھ دلکشا کی طرف بھاگے۔ رجسٹر بھی وہین رہ گیا۔

ریفارمر کا اس سادی وضع سے کوٹھی مین داخل ہونا بہت بڑا واقعہ تھا۔ خیریت یہ تھی کہ دیر لگنے مین کوٹھی تھی۔

کبھی روتر سینیک کبھی آٹا ہلدی تیل پھٹکری۔ کھویا بہت خرچ ہوا۔ اس مقدس صحبت سے ایسی نفرت ہوئی کہ سب خبر دریا برد کیا۔ کلرک ایجنٹ سب طرف۔ دفتر ہر طرف حشر ہر طرف ہان ہے جھگڑا ہر طرف بیوہ سے نکاح کا بکھیڑا ہر طرف کوٹھی ہر طرف۔ شہر ہر طرف چلو پھر آ ہے جگہ روشن خیالوں کے رتبے لائق ہمین لکھنو تباہ ہو گیا ہو بجسے۔ ندہ ہی خدا کا کوئی عذاب اسپر نازل ہونیوالا ہے

اس قصہ کو ہمین پنجاب کی کتابان باہر بھیج دی گئیں لوگونکو سیدہ صاحب زندہ دلان پنجاب کہتی ہیں وہ ترقی علوم وفنون و تہذیب مین اندھا دھند کوشش کرتے جاتے ہین۔ اپنے خیالات کی وہین قدر ہوئی القصہ چند روز مین سامان سفر لیس ہو گیا۔ اور ہمارے ریفارمر سدھار گئے۔ علی گڑھ۔ دلی امرت سر۔ لاہور کی سیر کی۔ ایک نمان ریاست مین ہو بیٹھے۔ نوکری کی فکر مین تھے حسن اتفاق سے مل گئی اور اچھی ملی۔ تنخواہ بیش قرار۔ اعزاز بھی رئیس بھی مہربان۔ انگریز مصاحب مین رہنے لگے۔ انکو بھی انگریزیت کا بہت شوق تھا۔ شراب ہم ولایتی کی بکثرت آتین۔ گھوڑ دوڑ مین لاکھوں کر دیوں لٹاتے۔ دو غلے انگریز بیٹے کرائی صبح اٹھ عیال اصطبل اور گاڑی خانے سے لیکے فوج ہسپتال شفا خانے۔ مدرسے مین پیکر دوڑاتے انکو خوب دلچسپی ہوئی۔

فرصت کی افراط تھی۔ کوئی دھن بھی نہ تھی حسن پرستی کی چاٹ پیدا ہوئی۔ آب و ہوا کی

تاثیر پنجاب اور کشمیر کے موسیقی مین مزا محسوس ہونے لگا دریا اور چمنستان کی سیر معمول سے زیادہ لطف دیتی۔ فارسی، اردو، انگریزی شعرا کا عاشقانہ کلام بھی سمجھنے لگے۔

دسوان باب

عشق در جوش آورد خون دل افسردہ را

کام کم فرصت زیادہ، دولت وافر، سامان عیش بے اندازہ۔ اصول خوش طبیعت بشاش۔ بیماری کوئی نہین، مگر جی نڈھال۔ پلنگ پر پڑے ہین یا مضمحل ٹہل رہے ہے۔ مزاج مین وحشت، خاطر کا پھول کملایا ہوا۔ آپ ہی آپ رونے کو جی چاہتا قلب کو اختلاج۔ سر مین چکر۔ ہاتھ پاؤن مین سستی چہرے پر مردنی کتب بینی سے نفرت۔ دوستون آشناؤن سے وحشت تنہائی پسند۔ آخر یہ کیون؟ اس وجہ سے کہ کسی چیز سے دلچسپی نہین۔ نواب کو کوئی شغلہ نہین۔

ایک سرکاری باغ تھا بہت وسیع۔ انگریزی وضع سے آراستہ چمن بنا تھا۔ کیاریان ایسے کہ گلدستون کا شبہ ہوتا۔ انگریزی پھولون، گملون کی سجاوٹ، دوب کی مخملی فرش پر دل ہزار جان سے لٹو تھا۔ سرخ سرخ لیلین معشوق کی مانگ مین سیندور۔ جا بجا سبز رنگی ہوئی بنچین پڑی تھین۔ نواب جا کے بیٹھے۔

شام کا سہانا سمان۔ آفتاب غروب ہو چکا، حرارت بھی ساتھ لیتا گیا۔ ہلکی سی شفق نمایان ماہتاب مین روشنی آچلی۔ ہوا کے جھونکے خنک آنے لگے۔ شبو کی خوشبو پھوٹ نکلی ہو پھولون کے عارض پر کلی روپ روغن آگیا ہو۔ جیسے شمع کے سامنے معشوق کے گالون پر اشراق رنگ برنگی تیلیان۔ کلی کلی کا رس لیتی پھرتی۔ پھولون کی بہار لوٹتی ہین۔ دور سے ایک مس ایک کنج مین نظر آئین سفید براق ڈریس زیب جسم، کالر اور کمر مین بندھا ہوا لال ریشمی فیتہ جیسے دونون سرے ہوا سے ہلتے۔ لال بھبوکا ناگنین ہوا مین اُڑتین یا خون عشاق رنگ لایا ہو۔ کشش محبت سے دامنگیر ہوا چاہتا ہو۔ قد کی رعنائی، قامت کی زیبائی نے انکی نظر کو اپنی طرف کھینچا۔ ڈریس کی سفیدی، کاکل پیچان کی سیاہی نے پتلیون مین جگہ پائی۔ ٹکٹکی لگ گئی جب اور قریب آئی آمنا سامنا ہوا۔ ۵

ہوش جاتا رہا نگاہ کے ساتھ
صبر رخصت ہوا اک آہ کے ساتھ

بجلی سی آنکھون مین کوند گئی پہلی ہی نگہ مین عشق کا تیر جگر کے پار ہو گیا۔ گودڑی گودڑی گت

نہ پھیکا شلجم۔ نہ موٹی تھی چہرے پر رنگ شباب میندی کی لوٹی ہوئی تھی شہاب۔ دوشیزگی کی سرخی گالوں میں۔ بلا کی سیاہی بالوں میں۔ آنکھیں نرگسی۔ پیشانی بلند و فراخ گیسو شانوں پر کھلے۔ صراحی دار گردن گدرایا جوبن غنچہ دہن یاقوت لب رخسار پر خال عاشقوں کے واسطے وبال۔ سینے کا ابھار کمر کی نازکی تنگ و چست پوشاک نے تکلف بہار جوانی دکھاتی عشق جسمان کا نشیب و فراز بتاتی نخرہ خراماں۔ ساری کے دامن بوٹ کی نوک سے ٹھکراتی۔ برابر ہو کر نکل گئی۔ تاب نظارہ کی طاقت کہاں جلوہ طور کا سماں۔ دیر کے بعد ہوش آیا۔ اُس پرکالۂ آفت کو دور گلگشت تے پایا۔ اُس روز جب تک وہ آفتاب حسن مشغول سیر رہا۔ یہ بھی سورج مکھی بنے رہے نگاہ حیرت زدہ لیبیٹ ڈاک کی طرح پیچھے پیچھے ہمراہ رہی۔

رات نے گیسو کھولے۔ آفتاب نے منور چہرہ چھپایا مس بابا نے سائیس کو بلایا اور اپنی کوٹھی کی راہ لی۔ ہمارے ہیرو نے بھی آہ سرد بھری اور گھر پلٹ آئے۔

مگر اب دل کسی قدر ہلکا ہوا۔ ایک مضمون سوچنے کے واسطے ملکہ یار باغ سے دلچسپی پیدا ہوئی۔ ادھر شام آئی ادھر باغ کی طرف چلے۔ اب ذرا پوشاک اور آسائش کا بھی خیال رہنے لگا بوٹ صاف رہے ڈریس ہر روز برش ہوتا روز تیسرے بال ترشوائے۔ لونڈر اور حنا سے یہ بھی رومال معطر رہنے لگا۔ روز شام کو جاتی کبھی مایوس کبھی خوش خوش آتے اور تو کچھ نہیں مگر شناسائی کی جوتیاں پڑنے لگیں ایسے تماشا کو اتنا بہت تھا۔ اُمید کے معمار نے اپنی نیو پر بڑی بڑی عمارتیں قائم کر لیں۔

جنٹلمین کے واسطے کتا لازمی چیز ہے انکے پاس بھی ایک وہ علاقہ پر تھا مگر نہایت بدشکل ہیگر نام نہیں معلوم پرورش پرداخت سے یا نیچر کی ساخت سے کان اور دم بے ہنگم کٹے ایک آنکھ سے طاقی۔ دجالی کے گدھے کا ساتھی۔ خارشت کے ہاتھوں رنگت سفید سے سیاہ کی بدمزاج۔ ہر وقت کھریرے کا محتاج۔ مگر مالک کا عشق قبول شخصے جنم کا بچھا چھوڑنے والا ایک روز اتفاق سے ساتھ ہو لیا۔ سائیس نے بہت ہنکایا ہٹ ہٹ پٹ پڑھایا۔ مگر اُس نے فرضخواہ کی طرح جان نہ چھوڑی۔ باغ تک ہمراہ چلا آیا مس بابا کے ساتھ ایک چھوٹا سا فرنچ پوڈل ہٹا کٹا تھا اتفاق سے اُس کا اُس کا سامنا ہو گیا۔ وسنے شکل صورت دیکھ برادری سے خارج جا تا گرانی نہ سیار مانا۔ پوڈل کی کمبختی آ گئی۔ کہیں جا کر سگانہ مزاج پرسی۔ یعنی دم سونگھنے لگا۔ میاں ٹیکر اس

اخلاق پر پیچ ہوئے۔ چلت کی مشق بڑھی ہوئی تھی ایک کر آپ نے کان پکڑ کر
دے پٹکا۔ پوڈل نے بین بین مس بابا نے چیخے اور جنٹلمین نے دوہات دو تتے سے"
باغ سر پر اُٹھا لیا۔ سائی دوڑے۔ تماشائی جمع ہو گئے۔ اب ٹھوکرین چھڑیان بیلچون
کے دستے پڑ رہے ہین۔ ادھر ہمارا پہلوان ٹیگر حریف کو جھنجھوڑ رہا ہے مس بابا کا کتا لہولہان
خون کی ندیان بہ گئین۔ روش بگڑی۔ پھولون کا چمن ویران۔ مس بابا کا ننھا سا جگر
خون ہوا۔ جنٹلمین کو سخت ندامت ہوئی۔

گیارھوان باب

من در چہ خیالم و فلک در چہ خیال

بنائے مخاصمت قائم ہو گئی۔ نواب لو اُس دن سے دومنزلے عاشق ہو گئے
کتون کی لڑائی مین مس صاحبہ ذرا بے تکلف ہو ہو کر خفا ہوتی تھین شوق کی نظرون
سے اُس سمان کو نعمت غیر مترقب سمجھا۔ اسوقت کی ادائین بلا انگیز تھین عشق کے
تیرون کی گانسیان گرم ہو ہو کر کلیجے کے پار ہوتی تھین انکا ارادہ کہ ؎

غصے مین ترے ہمنے عجب لطف اُٹھایا
اب تو عمداً اور بھی تقصیر کرینگے

ادھر انگریزی خیالات۔

اگر لیلے کو چاہو تو سگ لیلے کو بھی چاہو

نہ کہ اُسکے ساتھ یہ گستاخی۔ نفرت ہو گئی کتے سے نہین مالک کی صورت سے۔ انکو ہمیشہ
سگون سے نقصان پہونچا تھا مس نے باغ کا آنا کم کر دیا۔ جسدن باغ مین جلوہ کھینچے
تب کہین صورت نظر آتی۔ وہ بھی دو دبے۔ اور پوڈل نہین معلوم جیا کہ مر گیا مگر اُسدن سے
کتے کی جگہ ایک گانٹھا انگک کراچی موٹا سا ڈنڈا قیس ساتھ ہوتا۔

چندے بڑے کرب اور پریشانی مین عمر عزیز کٹی۔ عشق کی آگ خیز ہوئی۔
خواب و خور حرام ہوا جب جوش غم ہوتا۔ ٹیگر پر خفگی ہوتی۔ طویلے کی بلا بندر کے
سر جاتی۔ بیچارے کا کھانا دو دو دن موقوف۔ ادھر اس ناشدنی کو دیکھا آنکھون
مین لہو اتر آیا۔ آخر ایکدن کتے مارون کے حوالے کر دیا۔ غائبانہ اطاعت و انقیاد
اُسکو کہتے ہین۔

مگر مطلب دلی حاصل ہونے کی صورت نہین نکلتی۔ آخر زچ ہو کر پیام شادی کی ٹھان
لی مکان کا پتہ لگایا۔ اُس ہوشربا کے باپ کا نام معلوم ہوا مسٹر اسمتھ۔ ریاست کی فوج
مین بینڈ ماسٹر تھا۔ اپنی اور اسکی حیثیت کا مقابلہ کیا۔ امید بڑی ہمت بڑھی گئے سوار
ہو کر اُسکے گھر۔ معزز عہدہ دار تھے بیچارہ اخلاق سے باہر نکل آیا۔ استقبال کر کے لیگیا۔
انگریزی طرز معاشرت کا سارا علم صرف کرنا پڑا۔ معمولی بات چیت کے بعد چلے آئے
حرف مطلب۔ زبان پر نہ لاسکے۔ نہ دیدار یار نصیب ہوا۔ وہ دوسرے کمرہ مین موزہ بنتی
تھین تیسرے دن پھر پہونچے ابکی جی کڑا کر کے گئے تھے۔ کچھ ہی ہو پیام ہی دیا جائے۔ ادھر
اُدھر کی باتون کے بعد بولے "کیا آپکی مہربانی سے مین مجاز ہو سکونگا کہ چند الفاظ
مس اسمتھ سے کہہ سکون"

آدمی تھا سمجھدار مصلحت اندیش۔ یہ سوال ناگوار تو ہوا۔ مگر پالیسی مانع آئی۔ کرتا کیا
راضی ہو گیا۔ مس کو آواز دی بھنگی سے باتین کرتی تھین۔ "کمنگ پاپا" کہتی ہوئی برق وش مس
آغوش کمرہ مین داخل ہوئی۔ پاپا نے کہا یہ نٹو جنٹلمین تم سے کچھ کہنا چاہتے ہین۔
دیکھتی جو ہے تو وہی کتے والا جنٹلمین۔ مارے غصے کے تن بدن مین آگ لگ گئی پھر
سمجھی شاید معافی مانگنے آئے ہون۔ میان بیوی اسمتھ برآمدے مین چلے گئے۔ آپ نے
بلا تمہید و دیباچہ اظہار محبت شروع کیا۔ لڑکی تھی شرمیلی آنکھین نیچی کیے سُنا کی۔ کچھ نہ
بولی۔ یہ الخاموشی نیم رضا سمجھے۔

معشوقون سے بات چیت کرتے وقت مرد بہت کچھ مہمل بکتے ہین۔ بیوقوف بھی۔
عقلمند بھی۔ عشق کا دماغ مین تب ہی داخلہ ہوتا ہے جب پہلے عقل تخلیہ کر دیتی ہے۔
خانۂ خالی را دیو میگیرد۔ یہ تو بھولے نواب احمق الذین ہی تھے۔ اونگھتے کو ٹھیلے کا بہانہ
خدا جانے کیا خرافات بکا ہو۔ مس چپ رہی۔ بہت کچھ تو سمجھی نہین۔ نہ ضرورت تھی۔ جو
سمجھی اُسپر دل مین بہت ہنسی۔ کچھ تو تشنعی پیشانی اور کچھ تبسم۔ انکے واسطے یہی خوش قسمتی
کیا کم تھی کہ معشوقہ تنہا کمرے مین ملی۔ نوجوانی کا الھڑ پن۔ انگریزی تہذیب کی اچھلاہٹ
ایک دفعہ قہقہہ مار کر بھاگ گئی دوسرے کمرے مین۔ خواب سا چھلاوا تھا۔ طلسم تھا
چشم زدن مین تھیٹر کا سا دوسرا پردہ گرا۔

سنہ ۵ حاضر ہوئی۔

نواب ششدر اور حیران، نادم اور پشیمان۔ کمرے میں تنہا۔ دروازے سے ٹکٹکی لگائے تھوڑی دیر بیٹھے رہے۔ اندر سے کسی نے آہستہ سے سٹکنی بند کی جس مطلب سمجھے۔ دروازے تک گئے۔ وہان سد باب۔ بخت برگشتہ کی طرح پلٹنا مناسب۔ کھسیانے ہوکر پھر کرسی پر بیٹھ گئے۔ خفت کے مارے مضمحل۔ مگر خمیدہ نظر نیچی۔ دیر تک جاجم کے بوٹے کرسیون میزون کے پایون کے خراد دیکھا کیے۔ بیٹھے ہین یا چلے جائین جیب سے گھڑی نکالی وقت دیکھنے کو نہین۔ صرف عادت تھی بغیر گھنٹہ اور منٹ دیکھے پھر رکھ لی۔ اُٹھ کھڑے ہوے اور چلے گئے مسٹر اسمتھ اور اُنکی میم سے بھی رخصت ہونا بھول گئے۔

کھٹاس مین مٹھاس چاشنی پیدا کرتی ہی۔ گرم مین سرد پانی ملکر شیر گرم گنگنا ہوجاتا ہے اندھیرا اور روشنی ملکر صبح صادق کی بہار دکھاتی ہی۔ عربی سے دلیسی ملکر مخنس ہو جاتا ہی گھوڑے اور گدھی سے خچر پیدا ہوتا ہی۔ بوجھ خوب لے چلتا ہی۔ بلڈاگ ڈیجیس ٹیریر ملکر مضبوط اور نیک مزاج کتا پیدا ہوتا ہی۔ مگر امید و بیم ملکر انسان کے واسطے سوہان روح مذبذب بنجاتا ہی۔ یہی بلا عاشق پر نازل ہوئی۔

دنیا مین تین طرح سے کوئی کسی کا کہنا مانتا ہی۔ زور سے۔ زر سے۔ زاری سے یہان نیچے کے زینے سے لگا لگا تھا۔ زاری ہو چکی۔ کامیابی جو کچھ ہوئی ظاہر ہے۔ پالیسی بدلنی پڑی۔ زر کی باری آئی۔ ع

شاید کہ ہمین بیضہ برآرد پر و بال

مسٹر اسمتھ گھر پر بلائے گئے بے تکلفی بڑھی تحفے بن گئی ہندوستانی اور سامان خنکار نذر۔ ایکدن دعوت کی۔ واپسی کے وقت قیمتی ہار دیے گئے خصوصًا مسنر اور مسٹر اسمتھ کو لینڈو گاڑی اور دیلر کی جوڑی پر گھر بھیجا۔ کوچبان کو حکم دیا گاڑی اور جوڑی صاحب کے اصطبل مین چھوڑ آنا۔ اگر صاحب پوچھین کہدینا سرکار نے بھیجی ہے۔ بینڈ ماسٹر صاحب کے پاس ایک چھوٹا سا بمبو کارٹ ٹٹو تھا۔ وہ بھی پرانے ہو گئے تھے۔ یہ سامان رئیسانہ انکو پسند نہ آیا۔ صاحب کو خبر کی گئی پہلے تکلفی انکار کیا اور کسی خیال سے نہین بلکہ اصطبل نہونے سے میم صاحبہ نے صلاح دی۔ اسوقت تو کپتان کے اصطبل مین رکھوادیجیے کل پرسون دو چھپر نئے بنوا لینگے۔ خیر قبول کیا گیا۔

نوکرون مین ایک عدد آیا اور ایک عدد سائیس ملا۔ ایک چھوکرے کو بہت انعام

صرف مس بابا جو ناسازی مزاج سے شریک نہو سکین باقی رہ گئین - اگرچہ دل تنگ تو رہ چکا تھا - اسی وجہ سے دعوی اور بھی سنگین تھا - انکے واسطے ہملٹن کمپنی جوہریان کلکتہ کو فرمایش بھیجی گئی - ایک جوڑی مرصع کڑے سیرفیج اسپرے کلائی پر باندھنے کی گھڑی رسٹ واچ منگوائی گئی جسکی قیمت تھی دو ہزار چارسو باسٹھ -

بارھوان باب

نزدیک شاخ گل کے بلبل سمجھ کے جانا
پھندے لگا رہا ہی صیاد چپکے چپکے

گارڈن پارٹی ہی - شام کے کوئی پانچ بجے ہونگے - ہلکی دھوپ کے طلائی رنگ کا کتان زمردین درختون پر جھلک رہا ہی - ٹھنڈے نسیم کے جھونکے آرہے ہین - ہینی سکل - شب بو - بیلیٹ - گلاب کی لپٹین آرہی ہین - چمنون اور تختون مین پھول پر معمول سے سوا جوبن - عارض چمن پر شباب کا روغن - سبزہ خوابیدہ برابر ترشا ہوا - خواب مخمل کی ڈلک کو شرمانیوالا - جوہر بہار کا عرض بنا - اُسپر ایک نکڑ دنتا نیچے میز بچھین - گلدستے چنے گرد ہلکی ہلکی کرسیان رکھین - سامان اکل و شرب مہیا کھین - میزون پر تکلفات کیلا - نارنگی کولا - امرود - اسٹابری کہین میوہ جات - انار - انگور - اخروٹ - بادام پستہ کسی جا مٹھائیان - کیک - بسکٹ - بادام چے - کسی میز پر لیمونیڈ - سوڈا واٹر کی بوتلین برابر چنین - کسی مقام پر شیرینی - شمپین - پورٹ - کلارٹ - کریم ڈی روز - کریم ڈی تابو - کیور سا - ایک میز پر برانڈی - وہسکی - اولڈ ٹام - میزون کے گرد کچھ کھڑے کچھ بیٹھے کہین لان ٹنس ہوتا کہین بیڈمنٹن کا نقشہ جما کسی جا والنٹیر گرانی پر بیڈ کی باتین کرتے کہین بو شینین باپ دادا کے یورپین ہونے پر فخر سے اکڑے ہین - مس تخیل بیچ کھاتین عاشقون کو جھلاوون سے رجھاتین - آیئے اس مجمع مین مس آمنہ کو تو ڈھونڈھین - وہ بھی ضرور آئی ہونگی - اس جگہ تو نہین ہین - اچھا کچھ حسین ادھر اُدھر گلگشت مین مصروف ہین انمین نہون - وہ دیکھیے - وہ سمر ہوس مین کون جا رہا ہی جسکے ساتھ ایک گلدستہ اٹک یا بنڈیلا موٹا سا ڈنڈا لیے ہی - ہان ہان وہ ہین وہ - آج سنگار اور نکھار نہ پوچھیے گویا یہ باغ اور جلسہ سب انہین کے دم سے وابستہ ہی - ہلکی دھانی ساٹن کا ڈریس - سراپا حسن مین غرق - زیور تو واجبی ہی واجبی صرف ایک

بر وبج۔ مگر اس سادگی پر ہزار ہزار جوبن شانے بازو گدرائے۔ ابرو کی کمانین کھنچی ہوئین نرگسی آنکھون مین خلقی کاجل۔ تیز نظر پر غزال کی طرح رم کرنے والی۔ گل سے رخسار پر لہو کی جھلک۔ صراحی دار گردن۔ سینہ ابھرا۔ اُٹھتی جوانی۔ پتلی کمر۔ زیبا شمائل۔ قیامت قامت صبا رفتار ہنستی مسکراتی ویس ڈیر۔ نو ڈیر۔ کرتی چلی جاتی ہین۔

یورپین منگیترون کا کہنا سننا کیا۔ ابتدائی اکش اور محبت مین جیسی باتین ہوتی ہین ان دونون مین بھی ہو رہی ہین۔ انکو ہمارے سیر وسے چندان علاقہ نہین۔ کتا دم ہلاتا۔ کبوتر غٹر غون کرتا۔ طاؤس مورنی کے آگے ناچتا۔ مرغا بازو جھکا۔ پنجون سے پر جھاڑتا۔ اونٹ بلبلاتا اور احمق انسان تو نہین معلوم کیا کیا جھک مارتا ہے۔ در ایام جوانی چنین

مگر ہان اس گفتگو مین جس قدر ہمارے نواب سے متعلق بات چیت ہوئی وہ سن رکھنا چاہیے

مس اسمتھ۔ نہین ڈیر۔ تم کو پاپا ماما سے شکایت نہ چاہیے وہ نیٹو ریاست مین بڑا عہدہ دار ہے مگر بیوقوف ہے۔ دعوت قبول کرنے سے کسی بات کا وعدہ نہین پیدا ہے۔

جونس۔ (وہی بنڈیلا) ہان یہ تو مین بھی سمجھ سکتا ہون مگر مین اُسکو ضرور گولی مار دونگا۔ اب اُس نیٹو کی یہ مجال ہوئی کہ ایسی بات تجویز کرے۔ افسوس مین اُسوقت نہ تھا سچ کہو ڈیر تم نے کچھ امید دلائی تھی۔

مس۔ اپنی جان کی قسم مین نے اُسکو نظر بھر کر دیکھا بھی نہین۔ اُسکا آنا اپنے گھر تو مین جانتی رہی۔

جونس۔ نہین۔ اس ڈام نواب سے جا کے ولیم کی بہن نے جو شادی کر لی تو مین دیکھتا ہون اُسکو بھی جرأت ہوئی مین ان سبکے سر سے خبط نکال دونگا۔ ایک ادنٹس سیسہ انکے گوشت مین پیوست کرنا چاہیے۔ کیا سچ مچ وہ دولتمند ہے۔

مس اسمتھ۔ ہان معلوم ہوتا ہے۔ مگر تم جانتے ہو ہندوستانی کیسے بیوقوف ہوتے ہین

جونس۔ تو پھر اس سے دولت چھیننا ہمارا حق ہے۔ اگلی ڈربی سویپ مین بہت سی چیٹھیان لین تھیٹر اور شراب مین خوب اُڑائین۔ تمھارے واسطے بہت سے جواہرات لین اچھے اچھے ڈریس بنوائین۔

مس۔ اچھا تو ایک دن اور ہمارے گھر آنے کی اجازت ہو۔ مین بھی یہی چاہتی ہون۔ کچھ لے دے کے اُسکو ہمیشہ کے سبق دینا چاہیے۔ پاپا بھی کہتے تھے۔ اُس پارسی۔

سالہ والی ریاست۔

شائی لاک کا پچاس روپیہ کا بل خراب کی بابت ہوگیا۔ اور کپڑے والا ڈیڑھ سو روپیہ کے واسطے بار بار آتا ہی۔ سگار اور ماچز والا کہ باڑی ابھی پچیس روپیہ سگار اور لیمونیڈ اور برتنون کی قیمت مانگتا ہی۔

اچھا ہم سب مشورہ کرکے ایک تدبیر سوچین گے۔ آج یہان سے تمھارے مکان ہی پر آؤنگا مسٹر اسمتھ کو تم خبر کردینا۔

جلسہ برخاست ہوا لوگ اپنے اپنے بنگلون بار کون کو سدھارے مسٹر جونس پہونچے اسمتھ کے ہان۔ بند کمرے مین مشورہ ہوا۔ جونس کبھی زمین پر ڈنڈا ٹھونکتے کبھی اسمتھ پانون زمین پہ مارتے۔ کبھی قہقہہ اوڑتا۔ کبھی بائی جوو۔ یا ہان ہالی وورو۔ ڈیم یا کی صدا بلند ہوتی مگر دراصل مشورہ کچھ سُنائی نہ دیا۔ آیا صاحب نے کئی دفعہ قصد کیا چھوکرا بھی کمرے کے گرد گھوما۔ مگر کچھ سن گن نہ پائی۔ پس سردست ہم بھی کچھ نہین بتا سکتے۔

به منیم کہ تا گرہ دگار جہان

درین آشکا ما چہ دارد نہان

ہان باجے والے کرانیون۔ بازار سار جن کے ہان مشہور ہوگیا مس اسمتھ کسی بڑے عہدہ دار میٹو سے شادی کرنیوالی ہین۔ جونس کے دوست بھی کچھ آگاہ ہوے۔ مگر یہ کسی نے باور نہ کیا کہ کوئی ہندوستانی بھی مس پر عاشق ہو سکتا ہی۔ اسکا ایسا دل کہان اس حسن کی قدر کی لیاقت ہی کب۔ سه

غالب ان سیمین تنون کے واسطے چاہنے والا بھی اچھا چاہیے

ہندوستانی کیا عاشق ہو سکتا ہی۔ اُسکے ہان عاشقی کا رسم ہی نہین۔ وہ بغیر عاشق ہوے شادی کرلیتا ہی۔ پہلے سے دیکھتا بھی تو نہین۔ ہان ہان سچ ہی۔ وہ جورو بنانیکو عاشق نہین ہوتا وہ گھرداری کرانیکو عاشق نہین ہوتا وہ بچے جنانیکو عاشق نہین ہوتا۔ وہ تو صرف جان دینے کو دل دینے کو بے غرض بے ضرورت ہے کیا عشق۔ بیوقوفون کا عشق۔ اسکی محبت احمق کی محبت۔ وہ کمبخت تو خود ہی کو بھول جاتا ہی۔ واقعی عقلمندون کو ایسا عشق ہونا چاہیے

تیرھوان باب

دھرے گئے دل خانہ خراب کے بدلے

عاشق تن نواب آج آخری کوشش کو جاتے ہین سب طرح لیس ہین تحائف

ہمراہ ہین۔ لجاجت۔ خوشامد۔ گریہ وزاری کے مضامین ذہن کی جیب مین ہین اور جب سب کارتوس کام آجائین تو دھمکی بھی تجویز کرلی ہی۔ مگر دل کہتا ہی خدا خیر کرے۔ کون بات بنے کون بگڑے۔ خیر تن بہ تقدیر چلو تو سہی۔ دیکھو کیا ہوتا ہی۔

پہونچے۔ استقبال معمولی ہوا۔ گویا کئی روز سے انتظار تھا۔ تخلیہ ہوا۔ مس ہا با طین سامان تو کچھ امید دلاتے ہین۔ کچھ دل ٹھیرا۔ حواس جسقدر تھے۔ ٹھکانے ہوے ہمت بڑھی۔ اضطرار کم ہوا جسم کا رعشہ۔ دماغ کا اختلال بھی گھٹا۔ مسکرا کے۔ تامل کے بعد بولے۔ "مجھے اپنی بدقسمتی پر بڑا افسوس ہی۔ اُس روز دعوت مین آپ کے نہ آنے سے بے لطفی رہی۔ یہ تو آپ خود جان سکتی ہین۔ یہ سب آپ کے واسطے تھا۔ مگر مجبوری تھی۔ مین اجازت مزاج پرسی کی پا سکتا ہون؟ اب طبیعت کا کیا حال ہی۔ مجھے اسکا بڑا تردد تھا"

مس نے کہا "مہربانی آپکی۔ اب مین اچھی ہون۔ مجھکو بھی افسوس ہی نہ شریک ہونیکا"

نواب نے زیورات نکالے۔ اس تہید کے ساتھ پیش کیے گئے۔ کہ ہم لوگون مین دستور ہی جس معزز کی دعوت کرتے ہین رخصتی کے وقت کچھ تحائف بھی ہمراہ کرتے ہین۔ آپ کے واسطے بڑی محنت سے مین نے ان چیزون کو چھانٹا تھا۔ مجھے امید ہی آپ نا پسند نہ کرینگی۔ ناپسند کرنے کی کوئی بات نہ تھی۔ ایسی چیزین دُنیا مین کسکو پسند نہوگی۔

"تھینک یو" کر کے فوراً قبول ہی نہین۔ استعمال بھی ہو گئین۔ معاملہ نصف تک طے معلوم ہوا۔ صرف۔ اقرار باللسان کی کسر رہی۔

نواب پر کیا موقوف ہی سبکو ایسا ہی حسن ظن ہوتا۔ اب تقاضے کے سوا کیا باقی تھا ہوا۔ مگر نرم الفاظ مین۔ کئی دفعہ آنکھ سے آنکھ ملی تبسم تو نہین۔ ہان تبسم کا انداز ضرور تھا۔ مس کو فرصت جواب کی نہتی جن خیالون کا گمان نہ تھا موجود ہین۔ دولت ہی آرام ہی محبت ہی۔ اختیار رہی۔ مگر بیٹیھا ہی مسلمان ہی پردے کی قید ہی مگر نہین یہ نہین ہو سکتا۔ انکو ضرور محبت ہی دیکھو قیمتی چیزین دین۔ روپیہ بغیر محبت کے کوئی نہین دے سکتا۔ محبت مین پردے کی تکلیف یہ خود نہ دینگے۔ مگر جولش سے وعدہ ہی وہ اتنا امیر نہین ترقی ہونیوالی ہی۔ شراب بہت پیتا ہی۔ مگر چھوڑ دینے کا وعدہ کرتا ہی جو ابھی چھوٹ جائیگا۔ جب تنخواہ ہم کو ملیگی۔ وہ جوا شاید نہ کھیلے۔ لوگ کہتے ہین مسلمانون کی چار بیویان ہوتی ہین۔ مین گوارا نہ کرونگی۔

ایک دفعہ چہرے پر سُرخی آئی ضبط کیا۔ اب تذبذب نہ تھا۔ ارادہ مضبوط کر لیا۔
اس وقفے مین جو کچھ نواب نے کہا نہین سُنا۔ سر اُٹھایا۔ کچھ بیباکی سے بولی۔
"دل نواب ہم کیا جوابدین۔ کچھ نہین کر سکتے۔ یہ سب بے وقت ہی۔ جونس صاحب سے سب بات چیت طے ہی ماں باپ کی رضامندی بھی ہی۔ اب کچھ نہین ہو سکتا!!"
امیدون کی عیش مین دفعۃً ناامیدی اور ایسی مایوسی۔ امیدوارون کے دل سے پوچھا چاہیے۔ قریب تھا نواب کرسی سے نیچے آ رہین عین بہار مین خزان علی الصباح سموم گرم کا جھونکا جشن مین ماتم۔ آنکھون تلے اندھیرا آگیا۔ بلبل گل کے پہلو مین چہکارتا تھا کہ نشانہ بنا۔ ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

زمین پانؤن تلے سے نکل گئی۔ نہین معلوم کہان ہین کسی جگہ ہین۔ دن ہی کہ رات بیداری ہی کہ خواب۔ حواس معطل عقل زائل ناطقہ مفقود۔ بالکل سناٹا۔ دیر مین ہوش آیا سوچے۔ سمجھے۔ کڑھے۔ بگڑے۔ کچھ لحاظ نہ رہا۔ زندگی سے ہاتھ دھو کر بولے۔
"یہ جونس کون ہے؟"

مس۔ نوج مین ہین۔

نواب۔ تو کیا جونس میرا رقیب بننے کی طاقت رکھتا ہی؟ تم کو میری عزت، عہدے دولت کا حال معلوم ہوگا۔ تمھارے بابا خوب جانتے ہین۔ ایک تو وہ غریب ہی اور میرے اختیار مین ہی ابھی موقوف کرا دون۔ اُسکو سمجھ لینا چاہیے۔ وہ اس ریاست مین تم سے شادی کر کے نہین رہ سکتا۔ اور نہ اُسکو ہندوستان مین نوکری مل سکتی ہی۔ اُسکا ساتھ دینا مصیبت مین پڑنا ہی۔ مجھکو ترس آتا ہی۔
مس ڈری۔ سہمی۔ کچھ یقین آیا۔ کچھ غصے کی جھانجھ سمجھی۔ مگر جونس کی نسبت باتین سُنکر بہت برہم ہوئی۔ یہ بھی کہکر دل مین پشیمان ہوے۔ پھر محبت ظاہر کرنے لگے۔
افسوس!! افسوس!!! اب اسوقت سے زندگی میرے واسطے موت سے بدتر ہے۔ اب دُنیا مین مین فضول چیز ہون جتنے نہ میری محبت کی قدر کی نہ اپنے حُسن کی کیا میرے برابر کوئی تم سے محبت کر سکتا ہی۔ کیا مجھسے بڑھکر کوئی تمکو عزت دے سکتا ہی۔ میری جان میری ساری دولت سب تمھارے قدمون پر صدقہ ہی۔ جان من مین تمھارے

حُسن۔ تمھاری جسمانی اور اخلاقی خوبیون سے عشق ہی نہین رکھتا۔ بلکہ پرستش کرتا ہون۔ میرا دل۔ میری خواہشین۔ میرے حواس۔ میرے ہوش۔ میری عقل۔ میرا ارادہ۔ میرا خیال میرا جسم۔ میری روح خودی کو بھولکر بلا اور اک و ارادہ تمھاری مرضی کی مطیع اور منقاد ہی۔ ؎

زندہ کنی عطائے تو
ور بکشی جفائے تو
دل شدہ مبتلائے تو
ہرچہ کنی رضائے تو

زیادہ جوش مین آئے۔ کرسی سے زمین پر گرنا۔ نازنین مس کا ہاتھ پکڑنا۔ قدمون پر سر رکھنے کو گردن جھکانا۔ طرفۃ العین کا کام تھا۔ بس کجدلی۔ پھر عاشق ہندوستانی خدا جانے کیا سے کیا سمجھی۔ بات کہان سے کہان پہونچی۔ چیخ مار کر منھ دونون ہاتھون سے چھپا لیا۔ بھاگ گئی کمرے مین کلیجہ دھڑ دھڑ کرنے لگا۔ سر سے پانون تک تھر تھر کانپنے لگی۔ جاکے گر پڑی اوندھی کوچ پر۔ اور رونے لگی زار و قطار۔

آواز سنکر یان باپ دوڑے۔ آیا جھپٹی۔ دیکھا نواب فرش سے اُٹھ رہے ہین۔ بابا ندارد۔

اسمتھ نے اُسی حال مین اُنکا شانہ لیا۔ سیٹی دی۔ جونس موجود۔ داہنے بائین ملک الموت کے پیادے۔ مسز اسمتھ مس بابا کے پاس گئین۔ حال پوچھا۔ دیر مین کھلا کہ نواب نے حملہ کرنا چاہا تھا۔ آمین بابا بال بال بچین۔

اسمتھ اور جونس کی حراست مین نواب۔ مسٹر اسمتھ اور آیا کی حفاظت مین مس پر ترسان۔ وہ گریان۔ یہ رُک رُک کر معذرت کرتے وہ سسکیان لے لیکر الزام دیتین۔ انکی شنوائی نہین ہوتی۔ اُنکی ایک ایک بات پر ہزار ہزار حاشیے چڑھتے پھنسے اور بُرے پھنسے۔ اگر جونس مردود دو چار ڈک۔ دس پانچ ٹھوکرین مارتا تو اُسکے مزاج سے بعید نہ تھا۔ مگر اسمتھ آدمی موقع شناس۔ جہاندیدہ تھا۔ اسنے اتنا تو کیا کہ کپتان بازار سارجن کو بھی بلا لیا۔ اور حالات سُنا کر انھین کے سامنے نواب کو رخصت کردیا۔ لین دین روپیہ پیسے کی بات چیت عملاً چھوڑ دی یہ معاملات

کچھ تحریر ہی سے خاطر خواہ طے ہوتے ہین۔

نواب گھر آئے سمجھے جان بچی اور لاکھون پائے۔ معاملہ رفت گزشت ہوگیا مگر باجے والے کی مس کا عشق نیا رانگ لایا۔ سارے شہر مین شیطان نے بلا اجرت باواز دہل اعلان دیا۔ بلکہ بعض الاپ یہانتک بے سری بڑھی کہ نواب صاحب پرچوتا ریجا زبان خلق نقارہ خدا خوب تشہیر ہوئی۔ اچھی طرح ڈھنڈھورا پٹا۔ نواب اُترنے چکاری کی طرح سرمہ ور گلو ہے۔ مگر ہمدم و ہمساز مفتری دغاباز دونون پارٹیون مین اِس بے وقت کی شہنائی کی صدا پہونچی۔ ریاستون مین سازش کا تو بازار گرم رہتا ہی ہے کچھ لوگ انکے مخالف بھی تھے۔ انکو شگوفہ ہاتھ آیا۔ تقدیر نے نیا گل کھلایا۔ سوئی کا پھالا بنایا۔ معاملے کو دور تک پہونچایا۔

جب انکو خبر ہوپچی عشق عاشقی سب رفو چکر۔ نوکری کے لالے پڑگئے۔ بدنامی کا دھڑکا مسلط۔ خواب و خور حرام ہوا۔ راتون کی نیند گئی۔ دن کا آرام نہ رہا۔ معاملہ تھا انگریزی یا کم سے کم نیم انگریزی بعض دوسرے درجے کے انگریزی اخبارون مین یہ خبر چھپ گئی فلان ریاست کے اعلیٰ اہلکار پر ایک معزز خاندان کی مس پر بدنیتی سے حملہ کرنے کا مقدمہ دائر ہو نیوالا ہے دلگی بازون نے انکو لاکر دکھادیا رہے سہے ہوش اور بھی غائب ہوگئے۔ اب کیا ہوسکتا ہے بجز ع

برسر فرزند آدم ہرچہ آید بگذرد

استعفا دیکر چلے جانا چاہیے۔ مگر ایسی جگہ کہان ملیگی۔ دوسرے ان باتون کو ملازمت سے کیا علاقہ ع

محتسب را درون خانہ چہ کار

چودھوان باب

کوئین کی مٹی کوئین مین

بھولے نواب آدمی تھے بے ضرر۔ کسی کی نیکی سے واسطہ۔ نہ بدی سے غرض قسمت نے بڑے عہدے پر لا دھکا دیا تھا۔ اسی پر قانع۔ خیر مناتے تو اپنے قدح کی فکر رکھتے تو اپنی تنخواہ کی۔ مالک کا کام کیا۔ اور اگر بیٹھ رہے گھر مین۔ مگر ریاست مین سب طرح کے لوگ تھے کوئی معزز و سمجھتا کوئی کج خلق جانتا۔ اور یہ بھی

نہ سہی تو صرف معصومیت کسی کو شرارت انفاس سے نہین بچا سکتی۔ بھیڑ یا بکری کھا جاتا ہی کس گناہ پر۔ بلی چوہے کی جانی دشمن ہی کس جرم پر۔ سانپ کے حق مین مینڈکی نے کیا بس بویا ہی۔ کبوتر نے بحری کا کیا باپ مارا ہی۔ اسی منطق سے اگر کوئی فریق انکا بھی دشمن ہوگیا تو کیا تعجب۔ نیاک تھے۔ عداوت کی جرائت باہر والے تھے نکالنے کی خواہش ہوئی اس سے بڑھکر کون موقع آئیگا۔

رئیس کے حضور مین بات کا تبنگڑ۔ قطرے کا دریا۔ رائی کا پہاڑ بنا کر پہونچایا۔ توجہ نہوئی۔ رئیس صاحب خود ایسی ہی حرکت کر چکے تھے جنستان زوجیت مین گل فرنگ داخل۔ جو ہی چنبیلی کی مہک مین روز اور لونڈر کی لپٹ شامل۔ دوسرے ایک ہیڈ ماسٹر کی عزت ہی کیا تھی۔ جب کچھ نہوا تو لوگ جا پہونچے اسمتھ کے پاس گھر بھر مع داماد موعود ستانے۔ دھمکانے پر مستعد تھا۔ انکی شرکت سے دیوانہ راہوئی سونے مین سہاگا ہوگئی۔ مقدمہ دائر کرنے کی رائے قرار پائی۔ مصارف کے بار کا بھی اطمینان کر دیا گیا اسمتھ کو نہ اُٹھانا پڑے گا۔ کوئی اور دے گا۔

کارروائی کا دیباچہ شروع ہوا پہلے چٹھی بھیجی گئی۔ مضمون یہ تھا۔

ترجمہ چٹھی

صاحب من۔ مجھے اس واقعہ پر افسوس ہی جس نے بدقسمتی سے ہمارے خاندان اور آپ کے مابین ایسے درجے پر ہو نچکر جبکہ ہمکو آپکی ذات سے دیرپا دوستی اور تعلق کی امید بڑھتی جاتی تھی۔ اس قسم کی تلخی پیدا کر دی جو بدنامی کو ترقی دینے والی ہی مین امید کرتا ہون اور غالباً بجا طور سے کہ آپ بھی اسکو محسوس کر سکتے ہین۔ اگرچہ مین تامل کرتا تھا کہ آپکو کوئی خط بھیجون۔ مگر میرے قانون دان مشیرون نے صلاح دی ہی کہ مین اپنے رنج و افسوس اور اُس ناراضی کو جو اُس روز آپ کی طرف سے پیدا کرائی گئی ہی ظاہر کر دون تا آپ کو جو بحیثیت ایک معزز عہدہ دار اور جنٹلمین کے کرنا لازم ہی اُس کے کرنے کا موقع ملے۔ مین امید کرتا ہون آپ معاف فرما دین گے اگر مین لکھون کہ آپ کی تجویز سوسائٹی مین ایک حد تک بے جو۔ اور توہین آمیز تھی اور آپ نے ہم لوگون کے محسوسات دلی سے جس طرح لاپروائی کی اُسی طرح معاملے کی پوری حالت سے بھی آگاہی نہ حاصل کی۔ آپ یقین کیجیے آپکی غلطی نے

ہم کو طرح طرح کی مشکلات مین غرق کر دیا ہی۔ اور ہم لوگ نہین جانتے کون راستہ اختیار کرین۔ ہماری پیاری بیٹی کو اُس دن سے صدمہ دلی ایسا پہونچا ہی اور وہ ایسی سہم گئی ہی کہ بیمار ہو گئی ہی۔ اور ڈاکٹر کہتے ہین اُسکی صحت کے عود کرنے مین بہت دیر ہوگی۔ اگر وہ کافی عرصے تک کسی فیشن والے پہاڑ پر یا کم سے کم سمندر کی ہوا نہ کھائے گی اور جا بجا کی سیر نہ کرتی رہیگی اور تھیٹر تماشا گاہون وغیرہ کی سیر نہ کریگی۔ آپ جانتے ہین مین کنبے والا آدمی ہون۔ ان مالی مشکلات کو کیونکر برداشت کر سکتا ہون لیکن اگر ڈاکٹرون کی رائے کے موافق پوری تدابیر نہین کرتا تو اپنی پیاری لڑکی کو ہاتھ سے کھوتا ہون۔

ان سب مشکلات سے بڑھکر یہ ہی کہ اِس بدنامی کو سنکر اُسکا منگیتر آجکل کچھ پہلوگون سے کشیدہ نظر آتا ہی۔ اور شاید اُسکی کشیدگی ہماری پیاری اولاد کی حالت اُمید پر دوامی خراب اثر پیدا کرے۔ مسٹر جونس آپ کی اُس قابل افسوس حرکت پر آپ سے جواب طلب کرنے کا ارادہ رکھتے ہین۔ لیکن مین نے ملتوی کرا دیا ہی۔

جہانتک مین خیال کرتا ہون۔ آپ اپنے دوستون سے مشورہ لیکر مجھے اطلاع دینگے۔ آپ پر جو کچھ الزام ہی اُس کی بابت آپ کیا اور کس قسم کا ارادہ رکھتے ہین۔ امید ہی چار ہفتے کے اندر آپ جواب باصواب مجھے دینگے۔ بعد اس مہلت کے پھر مین جائز تدابیر اختیار کرنے پر مجبور ہونگا۔ مین آخر مین اس کا بھی اظہار مناسب سمجھتا ہون کہ آپ کا اطمینان کر دونگا کہ اگر آپ کی خواہش ہوگی اور مناسب کارروائی بھی کیجیے گا کہ یہ شکایت گورنمنٹ آف انڈیا تک میری طرف سے نہ پہونچائی جائے تو مجھے اصرار نہ ہوگا۔ آپ کا مطیع۔ آر۔ ایف۔ اسمتھ۔

چٹھی پہونچی۔ بجر کا گولا پھٹا۔ ہوش حواس ضبط قرار۔ ہزیمت خوردہ سپاہ کی طرح تو کدام فرار خطرون وسوسون نے کالی بلاؤن کی طرح چارون طرف سے نرغہ کیا غصہ خفت۔ رنج۔ محبت۔ حسرت۔ کی دیوانی۔ ہانڈی تیار ہو گئی۔ اگلی سی ہمت نہین۔ بھاگ کھڑے ہون۔ ماما ن خاتون نہین کہ مدد کو آئین۔

زمانہ پر آشوب۔ جدھر سے دیکھیے دشمن نمودار۔ رسوائی ہوئی۔ بدنامی ہوئی اور وہ محض غلط الزام پر۔ لہو جوش کھاتا اور دم بخت ہو کر رہ جاتے آخر بعد

پیچ وتاب کھانے کے جواب مین لکھ بھیجا یہ ہماری کوئی حرکت ایسی نہین جسکی وجہ سے شکایت ہو سکتی ہو۔

بات یہ تھی کہ چٹھی کو اچھی طرح پڑھا۔ نہ مطلب پر غور کیا۔ صرف اپنی نیت پر مطمئن رہے اس اکھڑے اور مختصر جواب نے غماز ونکو اور بھڑکانے کا سامان کر دیا۔ نوبت باینجا رسید کہ پولیٹیکل ایجنٹ نے پرائیویٹ طور پر بلوا کے فہمائش کی آپنے وہان بھی مخاصمانہ جواب دیے۔

صاحب ایجنٹ۔ ول آپکی نسبت ریاست مین بڑا اسکنڈل (بدنامی) سنا جاتا ہے شاید گورنمنٹ آف انڈیا ایسے لوگون کا قیام ریاست مین پسند نکرے۔ آپکو لازم ہے آپ اسکا کچھ بندوبست کرین ورنہ ہم کو کوئی سخت کاروائی کرنی ہوگی۔

نواب۔ حضور جو کچھ مشہور ہے سب غلط ہے۔ دشمنون کی باتین ہین تاکہ میری شہرت اور عزت کو نقصان پہونچائین۔ مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ محض سازش کر کے یہ خبر مشہور کیگئی۔

صاحب۔ کیا غلط ہے۔ آپ مسٹر اسمتھ کی کوٹھی پر نہین گئے۔ آپنے اُنکی لڑکی سے شادی نہین تجویز کی۔ کیا انکار پر آپنے حملہ نہین کیا۔ اور کیا پہلے آپ باغ مین اُنکو ستاتے نہ تھے۔ یہ بڑی بیہودہ بات تھی۔ اور اُسی وقت تدارک لازم تھا مگر اسمتھ بہت نیکدل عیسائی ہے اُسنے آپ کا بڑا لحاظ کیا۔

نواب۔ اے جناب واقعہ تو صحیح مگر اسقدر غلط ہے۔ کہ مین نے کوئی حملہ کیا مین اس سے انکار نہین کرتا کہ مجھے اُس سے عشق ہو گیا تھا اور مین نے تحفے بھی دیے۔ مگر کوئی حملہ خدانخواستہ نہین کیا آپ خود انصاف کر سکتے ہین کہ جو کسی سے محبت کریگا وہ اُسپر حملہ کریگا۔ اور باغ مین حاشا جو مین نے کبھی ستایا ہو۔ وہان وہ آتی تھین مین بھی وہان موجود ہوتا تھا۔ اور مین نے جو نکاح کی تجویز پیش کی تھی وہ میرے مذہب مین درست تھی کوئی بری بات نہ تھی۔ ناجائز خواہش نہ تھی۔

صاحب۔ ول یہ کوئی معقول عذر نہین۔ لیڈیون کو ستانے کی عادت گستاخ ہندوستانیون مین بڑھتی جاتی ہے۔ ابھی کلکتے مین ایک نے اپنی معشوقہ لیڈی پر طپنچہ چلایا اتنی بات پر کہ وہ شادی اُس سے کرنا نہین چاہتی تھی۔ آپ لوگ عورتون کی عزت و حرمت کی قدر نہین کرتے بس زیادہ نہ بولیے۔ ہم آپکی صورت دیکھنا نہین چاہتا۔ بہتر ہوگا استعفا

داخل کیا جائے۔ سلام صاحب رخصت۔

یہ سنکر نواب کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے جیتے جی مر گئے۔ ہاتھوں تلے سے زمین نکل گئی۔ سناٹے میں آ گئے کیا کریں۔ کیونکر اصل حال کا یقین دلائیں۔ گھر آ کے استعفا لکھوا بھیج بھی دیا۔ رنج تو بہت تھا مگر ملاقات ترک کر دی۔ جو کوئی آیا کہدیا مزاج ناردست ہے مگر ایک ایسا اندھیرا چھا گیا کہ گویا ہی نہیں۔ نواب سے ہم ضرور ملاقات کرینگے۔ بڑا ضروری کام ہے ہمارا نہیں خود انہیں کا!!

نوکر نے اطلاع دی اندر بلوا لیا۔ کون ایک سمجھا ہوا آدمی۔ زبانی بات چیت معاملے کے سلجھے کو آیا ہے۔ پچیس ہزار نواب دیں نہیں تو فوجداری میں کل نالش ہو تی رہی مگر بات بیچار ہو گئی۔ پاے رفتن نہ جائے ماندن۔ نواب سمجھے تھے استعفا دیکر الگ کھڑے ہو نکلے۔ اُسوقت کچھ جواب نہ آیا۔ آدمی رخصت ہو گیا ہیرے کی انگوٹھی اتاری کھا کے سو رہیں ذلت نہ اُٹھائی جائیگی۔ مگر دنیا میں ابھی بہت سے کام کرنا ہیں آج اُنس بھی ہو گیا ہے جان جا کے پھر نہیں آتی۔ خدا معلوم بعد مرنے کے روح پر کیسی بنے اپنی طرف سے جلد پہونچنا اچھا نہیں۔ اور پھر غریب الوطنی میں۔ کوئی گور و کفن دینے والا۔ نہ میت پر دو آنسو بہانے والا۔ انگوٹھی پھر پہن لی خواب و خور حرام۔ حواس باختہ۔ سراسیمہ پریشان اتنے میں دوسرے صاحب آئے یہی پیام لائے۔ فہمائش بیوی کی صلاح بھی نے پوچھے دی۔ بیس ہزار پر معاملہ طے ہوا۔

نہ زر نقد موجود تھا۔ پندرہ ہزار کے نوٹ اور اشرفیاں دیں باقی کارچوبی کوٹ۔ گھڑی مع زنجیر۔ جواہرات کی انگوٹھیاں۔ جامہ دار۔ چوغے۔ ملبوس چاندی سونے کے ظروف بیچ باچکر پانچ ہزار اور جمع کئے نذر ہوئے۔ نواب بخت الدولہ گئے

پندرھوان باب

ارے

ریاست کے دیوان آدمی تھے سن رسیدہ۔ مولوی۔ مہذب۔ بالکل حار یا بر عمر کے کسی حصے میں طبیعت چاشنی دار تھی۔ اُنکے نزدیک موسیقی واہیات۔ مصوری خرافات۔ اور شاعری تو بالکل ہی گناہ۔ عمر بھر ناچ گانا نہیں دیکھا تصویر پر بھولے سے نظر نہ ڈالی۔ اور شاعری سے تو وہ نفرت تھی کہ بچپن میں بھی کر یا کا کوئی

مصرع موزون نہ پڑھا گیا۔

اس دل ودماغ کا انسان اور بھولے نواب کی داستان! ساری رام کہانی کہہ سنائی
مس کا عشق یون بند رکا پھوڑا ہوا۔ صاحب نے یون ڈانٹا۔ یون استعفا دلوا دیا۔
نج کی بات یون اسطرح شہرت از بام ہوئی۔ دشمنون نے کھینچ تان کے یون پولٹیکل پہلو
تک پہونچائی مولوی ان کی ریش سے مس نہ کی۔ اتنی پر صاحب سے بگاڑ کرنا طاقت تھی۔
دوسرے نئے روشنی سے آپ جلتے بھی تھے۔ ایک آنکھ نہ بھاتی تھی دل مین الحمدللہ کہہ کے
داڑھی پر ہاتھ پھیرا۔ سر اٹھایا۔ عینک اُتار کے بولے وہ معاملہ بہت دور کھینچ گیا نواب صاحب ہی
سے تو کوئی اسکو تعلق نہیں مگر دربار کی بدنامی بالضرور ہے۔ ابھی آپ کے کاغذات پیش
نہیں ہوے دیکھے جائینگے۔ یہ بیچارے دعائے غیر مستجاب کی طرح پلٹ آئے۔

والی ریاست سے پولٹیکل ایجنٹ نے شکایت کی سب پہلو سمجھائے۔ ایسا بیکار
آدمی لائق دربار نہیں۔ اس دورے مین ویسرائے تشریف لانیوالے ہین اگر وہ خبر ہوگئی
تو ہم سمجھتے ہین ریاست مین آنے سے سخت انکار فرمائینگے۔ رئیس سہم گئے۔ اتنی سی حرکت پر
سخت سزا دل سے تو نہ چاہتے تھے مگر مصلحت یہی تھی۔ جبراً قہراً حکم صادر فرمایا دو دن کے
اندر بھولے نواب ریاست سے باہر چلے جائین۔ احکام مناسب متعاقب صادر ہونگے"

ایسے نادری احکام کے واسطے مختصر اور چست کارروائی مناسب تھی۔ جھگڑا جلد
فیصل ہوگیا۔ انکو بھی سازش وریشہ دوانی بیم ورجا کی زحمت نہ اُٹھانی پڑی بہت باہین
آدمی تو یہ بھول جاتا ہے۔ زمانہ تو ہے ایسی جلدی جلدی سیر بین کے شیشے بدلے کہ بھولے
نواب بچے کی طرح منہ پھیلائے دیکھتے رہ گئے۔ طلسم کا سمان نظرون کے سامنے پھر گیا
طرفۃ العین مین کیا تھا کیا ہوگیا خدا نہ کرے کسی کو یون مایوسی نصیب ہو۔ جنہیں
پر تیرا تکیہ تھا۔ وہ دشمنون نے بولتی بند کی اپنے اوڑھ لیا۔ اور یہ آ رہے چارون شانے چت
اس محل پر دماغ کی کوئی قوت دل کی کوئی خواہش آڑے نہ آئی۔ مگر ہان ایک عشق ہے کہ تیر
اسکی گانسی ایسی بھرپور بیٹھی تھی کہ سب کچھ ہوا مگر وہ دم کے ساتھ رہی۔ اسوقت جا کے
محسوس ہوا کہ بعض بیماریون مین زہر بھی تریاق کا کام دیتا ہے معشوقہ یاد آئین
اور بڑے جوش وخروش کے ساتھ۔ روئے۔ اور بہت روئے۔ آنکھیں روئین۔
پیشانی روئین۔ چہرہ رویا۔ ناک روئی ہاتھ پانون روئے۔ سارا جسم رویا۔ دیانتہ

کہ دل بھی رو دیا۔ معزولی پر نہیں۔ ذلت پر نہیں۔ معشوق سے چھوٹنے پر۔ شیشۂ دل کی جھنکار دور تک پہونچتی ہے۔ مضطر کا تیر دعا خدا جانے کتنا اونچا جاتا ہے۔ یہ بھی انسان تھے۔ انکو بھی دل عطا ہوا تھا۔ پھر ایک دفعہ تو کام آتا۔ دل میں ٹیس اٹھی۔ سارے بدن میں سوئیاں چبھنے لگیں۔ آنکھوں کے سامنے شعلۂ جوالہ۔ سارا عالم کرۂ نار۔ پھر دیکھتے کیا ہیں۔ لق و دق کف دست میدان۔ صحرا کی حد ہے نہ پایان۔ صرف بیچوں بیچ میں ایک چھوٹا سا درخت۔ اسکے نیچے سراسیمہ۔ ششدر۔ متفکر۔ اور اس معشوقۂ دلربا یعنے مس لوسی سالئے کا دامن ایک ہاتھ سے اٹھائے بت بنی کھڑی ہیں۔

یہ سماں۔ اور اس مایوسی میں صاحب کی خفگی۔ اپنی معزولی۔ ہمتھ کی ناخوشی۔ جونس کی رقابت۔ مس کی تہمت۔ سب محو ہو گئے۔ بے اختیار کمرے کی دہلیز کی ٹھوکر لگی۔ گر پڑے۔ سارا طلسم شکست ہو گیا۔ ایں یہ کیا تھا۔ چھلاوا۔ سراب۔ دھوکا۔ واہمہ۔ لاحول ولا۔ مجھے ہو کیا گیا ہے۔ خدا خیر کرے۔ آج ہی سامان کرو۔ چلو نکل چلو ریاست سے۔ سفر میں شاید جی بہل جائے؟!

المختصر نواب ادھر سامان سفر درست کرنے لگے۔ ادھر مخالفوں نے خوشی کے شادیانے بجائے۔ سارے شہر میں خبر اڑ گئی۔ نکالے گئے۔ نکالے گئے۔ گورنمنٹ انگریزی کے حکم سے نکالے گئے۔

ایک نے کہا ایجنٹ صاحب سے لڑ پڑے۔ دوسرا بولا کسی انگریز سے رشوت لی تھی۔ تیسرے صاحب فرمانے لگے سنا ہیڈ ماسٹر کی لڑکی بھگا لائے تھے۔ چوتھے دور کی کوڑی لائے۔ یہ سب بہانے ہیں۔ در اصل بات اور تھی۔ ریاست کی مخبری کرتے تھے۔ دیوان صاحب نے جوتے مار کر نکلوا دیا۔ جتنے منہ اتنی باتیں۔ دو ایک منافق ماتم پرسی کو آئے۔ منہ لٹکائے۔ آبدیدہ۔ متاسف۔ کلمات تاسف سے۔ ہمدردی کی۔ بے قصوری کا سرٹیفکٹ دیا۔ وقت روانگی دریافت کر کے چلے گئے۔ ہمتھ کے ہاں اور بیس ہزار کی دولت۔ خدا کی قدرت۔ چھچھوندر کے سر میں چنبیلی کا تیل۔ خوب گلچھرے اڑتے ہیں۔ جونس جوے میں ڈب لمبی بازیاں لگاتے ہیں۔ رخصت لینے والے ہیں۔ منصوری جائینگے۔ وہاں سے اگر شادی کر لینگے۔ یہ تو سب ٹھیک ہے مگر مس بلا کا

کچھ حال معلوم ہو۔ ہان۔ نواب کا رتی رتی حال جی لگا کر سنتی ہین۔ مگر کچھ اداس بھی ہین مخالف کے نقصانون پر جیسی خوشی چاہیے چہرے پر نہین۔ کچھ فکر معلوم ہوتی ہی کیا پچھتا رہا ہو۔ افسوس ہو۔ کیا یہ غدر یقین کر لیا کہ نواب حملہ کرنے کو نہین قدم بڑھ سر رتے تھمنے کو جھکے تھے۔ کیا کہتے مین وری ہوائی جہر ہین بہت پسند ہین۔ انکو بار بلند کبھی کیون ہین۔ یہ تو انھین کے پاس رہینگی۔ جونس سے ملکر اب کچھ رکسی جاتی ہین شمرپ اور چرٹ کی بو ناگوار ہوتی ہوگی۔ مگر وہ ہمیشہ آتی تھی۔ پاپا سے بھی خوشدلی سے نہین ملتین۔ کیا اس سبب سے کہ انکی بدولت جو دولت پائی اسکا کوئی حصہ انکے ڈریس مین نہین ہوا۔ قرضدارون یا ماما کے بکس مین رہا یا جونس کی جیب مین ان سوالون کے جواب ہین۔ اور شاید سننے کے لائق۔ مگر دے کون۔

نواب کی تیاریان ہوگئین قطعیان بندھ گئین۔ ریل جگ۔ پورٹ منٹو ٹرنک سب لیس اسٹیشن پر بھی آگئے۔ اسباب تل رہا ہے ٹکٹ ملنے مین چند منٹ کی دیر ہے کچھ لوگ رخصت کرنے بھی آئے ہین۔ نواب ریڈنگ روم مین گردن جھکائے مضمحل بیٹھے ہین بولتے چالتے نہین سب انھین تنہا کیے سارے ذلت اور ندامت کے مع کرسی گڑے جاتے تھے۔

الحاصل اسباب لدا ٹکٹ ملا۔ کمرے سے نکل کر گاڑی کا پٹ کھولکر چاہتے تھے۔ اندر پانون رکھین کہ ایک شخص نے ہاتھ پکڑ لیا۔ مڑ کر دیکھا تو وہی مس لوسی اسوقت دل پر کیا گذری۔ کیا کیا خطرے ذہن مین آئے۔ کلیجہ کتنا ہلا۔ کتنا بڑھا۔ ہم نہین کہہ سکتے نہ ہماری زبان مین طاقت نہ قلم مین قدرت۔ ناظرین اپنے اپنے خیال کی وسعت کے مطابق سمجھ لین۔

ہان کان اٹھے گنہگار ہین کہ مس لوسی نے گھبرائی ہوئی آواز ٹوٹے جملون مین اضطراب کے ساتھ کہا "مین تمھاری ہم میرے ہین تمھارے ساتھ چلونگی۔ چلونگی چلونگی۔ جہان جاتے ہو۔ میری مرضی۔ میری خوشی۔ کوئی میرا حاکم نہین۔ مین نے دل تم کو دیا۔ جو مین نے دولت اور عزت کو نقصان پہونچایا اسکی طرف بھی ایک تلافی میرے ہاتھ ہے۔ اپنا جان۔ تن۔ دل اور روح سب دیتی ہون دیتی ہون۔ لو جلد ٹکٹ لو۔ ریل چھوٹنے والی ہے" یہ کہکر مس گاڑی مین بیٹھ گئین

نواب کے آدمی نے فوراً ٹکٹ لا دیا۔

اسٹیشن بھر میں تہلکہ پڑ گیا۔ سب سمٹ کر گرد ہو گئے۔ اسمتھ، انکی میم، آیا، چھوکرا،
جونس سب آموجود ہوئے۔ نواب سمجھے نوکری گئی۔ آبرو گئی۔ جان لیے بھاگے جاتے تھے
اُنکی خیر بھی چلتے چلاتے نظر نہیں آتی۔ مگر مس بابا زور زوروں پر تھیں۔ سب کو معقول
جواب دے۔ گھر نہ جاتا تھا نہ گئیں۔ جونس کے دل سے لگی ہوئی چاہیے تھی۔ دو چار روز
فرصت ملیگی کوئی اور ڈھونڈھ لیگا۔ مس لوسی نے محبت ہی کا ک دل لگی تھی۔ دولت
میں حصہ بٹا کر زبردست ہو رہا تھا۔ آپس میں ایک دوسرے کو سمجھاتے تھے۔ جانے دو۔
باضابطہ مقدمہ چلائینگے۔ سزا دلائینگے۔ مگر اسیر بھی مانتے ہی نہیں ملتی تھی۔ اُنکی
حالت دیکھکر لوسی کا بھی جی بھر آتا تھا۔ آنسو پونچھنے کو منھ پھیرتی۔ نواب کی مظلوم
صورت دیکھتی رو رو جاتی۔ ماما۔ دل میں عاشقی کی محبت لوسی بیچاری کس کس کا
مقابلہ کرے۔ ابھی اُنکی بساط ہی کیا۔ ننھا سا کلیجہ اور یہ کشمکش۔ مگر ماما کو مدت کی لگی
تھی یہ محبت تازہ تھی کل جلد بدل جائیگی۔

آخر ریل چل نکلی اور یہ دونوں بقول حیدرآباد والوں کے ایک ڈبے میں بند
ہوئے نواب سب طرح سے کھک ہو گئے۔ مگر انکے برابر اس وقت کوئی دولتمند ہے؟
سیکڑوں ہزاروں نے سلطنتیں قربان کر دی ہیں۔ اور یہ دولت نصیب نہیں ہوئی
پھر کیوں رنج ہونے لگا۔ سچ پوچھو تو خدا کی بڑی مصلحت تھی۔ اگر اتنی تلخی کی چاٹ نہوتی
تو شادی مرگ ہو جاتی۔

سولھواں باب

بیٹے کی جورو

نواب کا وطن میں شان نزول دوسرے ہی ٹھاٹھ سے تھا۔ عجب تو پہلے ہی
تھے مگر اکہرے۔ اب دگنی یعنی دوہرے ہو گئے۔ سول لائن کی طرف کوٹھی لی۔
مس پردہ نشین تو تھیں چلمن نشین بنکر رہ گئیں۔

اگرچہ دولت کم رہی تھی۔ مگر نمائشی ضرورتیں تو نکلا ہی چاہتیں۔ زیور بنوائے
گئے۔ ڈریس بنے۔ گون تیار ہوئے۔ سواری مہیا کی گئی۔ بہر دست بخش رکھے گئے
سب سامان ہو گئے مگر دل خوش نہیں۔ میم صاحب سے تعلق جاری تھا۔ یہ

نواب کی سرشت کو کھٹکتا ضرور تھا۔ ایک دن نکاح بھی ہو گیا۔ مس تو مبہوت تھیں۔ اور نہ بھی ہوتیں تو کرتیں کیا۔ جو کہا وہ کیا۔ مس سے میم بھی بن گئیں مبارک!

لیکن قلب ماہیت محال پرانی عادتیں چھوٹنا مشکل۔ دل کیونکر بدل سکتا تھا باہر ضرور نکلنا چاہیں۔ نظارہ پھر کا چسکا۔ دفعتہً کیونکر چھوٹے۔ دن دوپہر کی گستاخ روشنی میں نہ سہی جلسے جلوسے میں کیا حرج تھا۔ پھر نواب بھی ساتھ ہی ہوا کھاتے تھے۔ ادھر مہذب تعلیم یافتہ آزاد خیال احباب کی خاطرداری بھی فرض انسانی تھی۔ بعنایت الٰہی اندر باہر سامان بھی۔ اب خاطر سہی کیا تھا۔ کچھ جوش آزادی۔ کچھ دوستوں کا اصرار۔ کچھ نمائش کا شوق مختصر یہ کہ میم صاحب خاص خاص احباب کے جلسے کی رونق ہونے لگیں اور ہونا لازم تھا۔ جوہر بے بہا کو گھورے میں گاڑنا۔ آب رواں کو حوض میں بند کرنا۔ نور پر تاریکی کا پردہ ڈالنا بیوقوفی بھی تھی۔

جہاں بیری ہوتی ہے ڈھیلے آتے ہیں۔ لوگوں کو نئی بات کا کھوج ہوتا ہے۔ ہندوستانی کے پاس میم کا ہونا۔ اک بات ہے۔ اسکے علاوہ حسن دیکھنے دکھانے نغمہ سننے سنانے کو ہوتا ہے۔ صورت سیرت۔ بناؤ سنگار۔ ناز و کرشمہ کا لطف چہار دیواری میں تنہا کیا۔ بھولے نواب کب تک دیکھیں اور انھیں دکھایا کب تک جائے۔ دو تین گھر کی مرغی دال برابر کچھ ہندوستانی بیرسٹر۔ دو ایک ایسے ہی مہذب جو ملک ہی میں ولایتی صاحب بن گئے تھے۔ نوعمر ڈاکٹر۔ زیادہ آنے جانے لگے نواب کے پاس نہیں۔ خاص میم صاحب کے پاس۔ مہمان نوازی خاطرداری کا حق میم صاحبوں کو خدا کے ہاں سے ملا ہے۔ اور سچ ہے کرتی بھی خوب ہیں۔ پھر یہاں تو ہوتے کیا قہر کیوں ہوتا میم صاحب فراخ حوصلے کے ساتھ سب کی آؤ بھگت خوب کرتیں۔ اپنا دل خوش کرتی ہیں نواب کے دوستوں کا جنہیں کوئی بداخلاقی کا گلہ نہ کرے۔

دنیا میں سب طرح کے دل سب قسم کی طبیعتیں ہوتی ہیں۔ اور ہر ایک ایک دل خدا جانے گرگٹ کی طرح کے رنگ بدلتا رہتا ہے۔ ایک نے تو نواب کو احمق سمجھا دوسرے نے میم ہی کو دلدادہ بنایا۔ تیسرے نے اپنی چکنی چپڑی باتوں آنکھوں کی شوخی پر اطمینان کیا

جھوٹے نے میم کا نواب کے قابو مین آنا بندر کے ہاتھ ناریل جانا خیال کیا۔ غرضکہ اپنی اپنی جگہہ اکثر نے مال مفت دل بے رحم سمجھ لیا۔ جو دو ایک بھلے آدمی تھے اُنھون نے یہ طوفان بے تمیزی دیکھکر کنارہ کیا۔ میم نے ابھی دنیا ہی کیا دیکھی تھی۔ انکے یہان آکر البتہ یہ رنگ دیکھا۔ بھر کم سن کھیل کود کے دن۔ الھڑ نادان۔ ایسی سب باتون کو لہو و لعب جانتی رہی۔ رہے نواب۔ یہ تو خلقی بھولے تھے۔ اُسپر تہذیب۔ بدنامی کا خیال۔ تہذیب حجاب کی خاطر داری کا لحاظ۔ اگر کبھی رشک ابھارتا تو دل مسوس کے رہ جاتے۔ لیکن عجب اُلٹو دانسی۔ یہ جسقدر غم کھاتے۔ دوستون کی خاطر سے چھاتی پر کودو ن دلوتے اُسی قدر سب کی نظرون سے گرتے جاتے تھے۔ یہ مزا جاتھی یا نیچا۔ فقیہ فلسفہ اخلاقی کے عالم۔ اور بیرسٹر لوگ جانین۔ ہم نہین کچھ کہہ سکتے۔ مگر اتنا کہین گے کہ بھولے نواب میم کو لاکر زوم ہم ان ناپاک و دردناک حالات کا ذکر چھیڑکر بہت ہی پچھتائے۔ نواب کس کس بات کی اصلاح کرین۔ کس سے دوستی کرین۔ کسکو چھوڑ دین۔ اور کیا کہین کیا ترک کرین تماشیر دالاظہار (مسمریزم) والون کے اصول کچھ ہی ہون لیکن نظر مین یہ تاثیر ضرور ہے کہ اگر چند آدمی کسی کو نظر سے گرانا چاہین تو وہ خود ہی گرنے لگتا ہی۔ ان لطیف شعاعون کی بودی مار ایسی ہی ہوتی ہے۔ بھولے نواب اپنی نظرون مین آپ ہی گر گئے۔ ویسے ہی عادات ویسے ہی اخلاق۔ ویسے ہی حرکات۔ یہ برآمدے مین کرسی ڈالے سگرٹون پر سگرٹ پیتے ہین ادھر میم صاحب کمرے مین ہارمونیم بجاتی ہین۔ دوست آکے ڈولتے چلے گئے۔ ان سے صاحب سلامت بھی نہین۔ مسٹر مبارک نے میم صاحب کا ہاتھ بغل مین دبایا۔ ٹہلنے لگانے گئے۔ یہ دور سے حسرت بھری نگاہ سے دیکھ رہے ہین ڈاکٹر حبیب ہو رہے۔ انھی سے باتین کرنے لگے۔ با بیار خفا ہو رہے ہین۔ میم صاحب کسی دوست کے یہان تنہا گئی ہین بہت رات گئے واپس آئی ہین۔ یہ پوچھ بھی نہین سکتے۔ کبھی کبھی کسی کے یہان رات کو رہ بھی گئی ہین صبح ہوتے ہی یہین تشریف لائین۔ سر مین دھمک ہی۔ اب اس موقع پر محبت ظاہر کی ہین یا رشک۔ رفتہ رفتہ بے تکلفی اور بیباکی یہانتک بڑھ گئی کہ میم صاحب رات مین ہر رات ایک دو گھنٹہ کو آجاتین۔ سو وہ بھی نہانے دھونے سنگار کرنے۔ پوشاک بدلنے۔ اور باقی نہایت عیش و عشرت رہتی۔ دوست اتفاقی ہی آنے بڑھ گئے تھے۔ بھولے نواب شعر تو نہ کہتے تھے مگر اس مین کلام نہین کہ رقابت کے مضمون

مین ایشیائی شاعرون سے بھی دو ہاتھ بڑھ کر بے غیرت ہوگئے تھے۔ بڑی خیریت گذری
یہ حال دکن مین نہوا۔ اور اُس کیٹھ حبشی طانے نہ سُن پایا جس نے یہی نامہ لکھا لیا تھا
ورنہ سوسی ندی ہی مین ڈوب مرنا پڑتا۔

اب دوستون کو بھولے نواب سے محبت نہ تھی۔ ہان میم صاحب سے دن دونی
رات چوگنی بڑھتی جاتی تھی۔ جہان ہوتین جس دوست کی کوٹھی کو روشن کرتین وہان
جوانی مزاجون۔ مہذب شوقینون کا مجمع ضرور رہتا۔ جلسے شروع جاڑون مین پیدا ہون
برکتون کا۔ آخر کوئی غرایا کسی نے کھیلین نکالین کسی نے پھبتی رسید کی۔ کوئی کون
کون اکڑ کے دم بحث ہو رہا۔ پھوٹ پڑی۔ محبت مین رقابت کی چاشنی آئی۔ ایک نے
جلکر دوسرے کو بدنام کیا۔ سب مین تناتنی ہوگئی۔ یہانتک نوبت پہونچی کہ اگر جانبازون نے
گولی مار دینے کی ٹھانی ہفتہ بھر مین مرے مٹتی کے یہان کے سب پیشنی بک گئے۔ میم صاحب
جی مین بیحد خوش۔ ایک نے دوسرے کو گولی نہ ماری۔ مگر میم صاحبہ کا خنجر تو سب کے دلون
کے پار ہوگیا۔ پھر عورت کو اور کیا چاہیے۔

اب لمبے سفر بھی دوستون کے ساتھ ہونے لگے منصوری پہ ایک کے ساتھ ہو آئین
نینی تال دوسرے نے دکھایا۔ شملہ تیسرے کے حصے مین پڑا۔ لہذا دراز بڑھتے بڑھتے ولایت
تک ہو چکا۔ اسکو کوئی گھات نہ تھی صرف بات یہ ہوئی کہ ایک صاحب کو تہذیب پر چلا کر
آنے کی ضرورت تھی۔ ولایت کے بنے سوٹ ختم ہوچکے تھے۔ بوٹ اور شوز بھی گھس گئے تھے
قمیص بھی نہ رہے تھے۔ اور غالباً دماغ ہی ہندوستان کی آب و ہوا سے دھندلا پڑ گیا تھا
تجدید لازم تھی۔ میم صاحب کا بھی جی مہر کو چلتا۔ مگر دو آدمیون کا کرایہ کہان سے آتا۔ ہان
دوست ایک آدمی کو لیجا سکتے تھے میم صاحب ہی کی تیاریان ہوگئیں۔ کچھ بات ہی
بڑی نہ تھی۔ ہان نواب کے حال پہ تنی مہربانی ہوئی کہ خالی کوٹھی مین رہنے کے مجاز ہوئے
اپنا بنگلا چھوڑ دیا کرایہ کی تخفیف ہوئی۔ گھر والی اور گھر کا یون معاوضہ ہوا۔ بالکل اکانمی
کے اصول سے ہوا تھا جبتک سگر زر انڈیخ نہ تھا۔ تدریج الطبع انسان اسی ترکیب غور مین
لر فع کرتا تھا۔ میم صاحب چلی گئیں۔ اور انھین کے ساتھ ساری قیمتی چیزین۔ نوٹ
جواہرات زیور بیش قیمت گھڑیان وغیرہ۔ نواب لاوارث و مفلس رہ گئے۔ اگرچہ دوست
صاحب دو کرورون سے دیکھے صاحب سے تاکید کر گئے تھے کسی طرح کی تکلیف نہو۔ کھانا پانی سب

مہیا رہے مگر خدا جانے کیون انکو ہر طرح کی تکلیف پہونچنے لگی مکھن والا۔ دودھ والا۔ روٹی والا۔ اب آتا نہین۔ بورچی نے گوشت کا راتبہ موقوف کیا۔ دھوبی گھر چلا گیا بسلہ غسل خانے مین پانی نہین دیتا بیچارے کس سے کہین کیا انتظام سوچے تھے کیا ہوا۔ خانساماں خدمتگار بھی دن دن بھر غیر حاضر۔ ایک چوکیدار دوسرا گودریہ تیسرے یہ سخت تکلیف تھا کی ذلت سے رنج ہوئے وہان سے اُٹھ آنا چاہا اگر اسی گروہ مین رہا چاہین۔ ایک دوست تھے جو کبھی کبھی انکی حالت پر افسوس بھی ظاہر کرتے تھے میم صاحب کی حرکات پر کبھی معترض تھے۔ نہین معلوم کیا مصلحت تھی۔ اور دن سے رشک تھا یا سچی ہمدردی۔ ہم انکے پاس گئے حال بیان کیا۔ کچھ نہ بولے۔ گویا کچھ سُنا ہی نہین۔ آخر سمجھا بُجھا کر خواہش ظاہر کی انھون نے صفائی اور افراط آزادی سے جواب دیا کہ وہ حضرت مجھے اور آپ سے اسی وجہ رسم اور بے تکلفی نہین کہ آپکو میری مہمان نوازی پر اسقدر حق ہو کر آپ ایسی امید کرین اور مین بہت افسوس کے ساتھ کہتا ہون کہ مین آپکی ان مشکلات مین کسی طرح کوئی مدد نہین کر سکتا۔ آپ نے بڑی غلطی کی کہ بدون کسی پورے انتظام کے اپنی حالت مین اس تبدیلی کو روا رکھا۔"

نواب بہت ہی شکستہ خاطر ہوئے۔ رونا آگیا جیب سے رومال نکال کر آنسو پونچھتے کمرے سے باہر آئے اور پھر ذلت و خواری سے بسر کرنے لگے۔

ادھر میم صاحب دریائی سفر کے لطف و فراط سے اُٹھاتی جاتی تھین جہاز پر کپتی صاحب لوگون سے ملاقات بڑھتی جاتی تھی مین ہندوستانی صاحب سے تو صرف دوستی تھی وہ ٹھنڈی پڑ گئی۔ انکو بھی کئی شناسائیان پیدا ہو گئین اور پیرس پہونچتے پہونچتے تو اسقدر کٹ چھٹ ہو گئی کہ یہ وہان نہ رہ گئین۔ اور ہندوستانی صاحب چلے گئے نہ یہ معلوم ان پیرس مین کیا گذری؟ ہم کو نہین معلوم میم صاحب نے کوئی اطلاع بھی نہین دی اخباری کی پتی مچھلی دریا مین گئی۔ جہان کی اینٹ تھی وہین جا لگی ہوا خرات کرونادگی طرف منسوب کیے گئے۔ پیری پرستان کو اڑ گئی۔

ستر ہوان باب

نورس

اسدفعہ نواب خود بیچر ہو کر آئے تھے۔ بار سیم کے ہمد سے بھی الگ بوجھ لیتے تھے

وہ چلیدین۔ فات اشفرہ فات امشتوڑہ۔ یہ معزارہ ہے بسوا خصری کا رجسٹر ملاحظہ صفحے کے صفحے صحیح البیاض۔

مگر کچھ کرنا چاہیے۔ دکن جائیے۔ وہان انقلابات کے مارے ماضی و استقبال دونون صیغے ندارد۔ جو کچھ ہے زمانہ حال ہے۔ کوئی امید نہین۔ پھر عزت آبرو سے کمائین کیونکر۔ اور یہ مہذب منش چلائین کیونکر۔ بیرسٹر نہین کہ گونون کی خرخرب مین کوئی آئے۔ وکیل نہین کہ محرر ہی کوئی شکار پھانس لائے۔ ڈاکٹر نہین کہ کمپونڈر مسیحائی کا غلغلہ مچائے۔ عمر کا بڑا حصہ کٹا ہندوستانی ریاستون مین۔ گورنمنٹ سروس نہین ملتی۔

آخر ایک بڑا سا اشتہار دیا۔ انگریزی۔ اردو۔ ہندی مین۔ راجون مہاراجون اور رئیسون کے نام۔ خلاصہ مضمون یہ کہ۔

"مین نے بڑی بڑی معزز نوکریان کی ہین۔ ہندوستانی رئیسون کو خوب خوب مشورے دیے ہین۔ انتظام خوب بنا سکتا ہون۔ پچاس لاکھ کی آمدنی کا ملک میرے انتظام سے اب پچاس کروڑ ہو گیا۔ اور لطف یہ کہ رعیت پر ایک کوڑی ٹکس کی نہ بڑھی۔ سب کچھ زمین سے پیدا ہوا۔ بجٹ ایسا طیار کرتا ہون کہ اکثر گورنمنٹین اُسکو دستورالعمل بنا لیتی ہین۔ بہت سے ویرانون مین شہر بسا دیے۔ تنگ تاریک گلیان شاہراہین بنوا دین۔ جن دریاؤن مین کشتی پر عبور دشوار تھا۔ وہان ایسے پل بنوا دیے کہ ریل اور جہاز دونون بیدل جاتے ہین۔ اور کیا مجال پیسے کی مرمت کی ضرورت ہو۔ مجھ سے کئی ممبران پارلیمنٹ سے ملاقات ہے۔ جس کسی ریاست کو کوئی کام ہو مین انکو گانٹھ سکتا ہون۔ گورنمنٹ انگریزی اور رئیس کے مابین تعلقات کو خوب سمجھتا اور بہت ہی اچھا مشورہ دیتا ہون۔ جس رئیس کو مشورت کی ضرورت ہو۔ وہ میرا مشورہ لے۔ مین مشورے کا کاروبار کرتا ہون۔ چاہے کوئی رئیس سے مشورہ لے۔ چاہے اپنی سرکار مین طلب کرے۔ مین انگریزی فارسی۔ عربی۔ ہندی۔ سنسکرت۔ مرہٹی۔ گجراتی۔ اوڑیا۔ تلنگی۔ تامل۔ مدراسی۔ بنگالی۔ پنجابی۔ پشتو۔ کشمیری۔ سندھی۔ برہمی۔ سب مین تحریر و تقریر کر سکتا ہون۔ اور زبان مین مشورے دے سکتا ہون۔ ریاستون مین ایسے لوگ رکھنا چاہیے جو وقت پر صلاح معقول دین۔ میرا مشورہ کبھی غلط نہین ہوتا۔ چاہے دُنیا غلط ہو جائے۔ واقعہ غلط ہو جائے مگر مشورہ ہر حال مین صحیح رہے گا۔

آجکل بوجوہ اتفاقات حسنہ مہلت چندروز کی ملی ہے مین غور و فکر مین ان دنون
کے واسطے اوقات عزیز صرف کرسکتا ہون۔

کہین کسی تعلقدار صاحب کا علاقہ کورٹ ہوگیا تھا جنون کی علت مین تھا یا نہ تھا مگر عدالت نے مجنون قرار دیکر معمولی گذارہ مقرر کردیا تھا۔ ایسے انقلاب مین بھی آدمی کے حواس درست رہین۔ تو وہ پکا مجنون ہے۔ اگر یہ بیچارے اسکے مشورہ لینے پر آمادہ ہوے تو تعجب کی بات نہین۔ انھون نے بھی انکی سمجھ کے لائق صلاح دی۔ بڑے عقلمند آدمی بیرسٹر تو نہین مگر انسے کم بھی نہین خوب درگذری۔ "نیابت ملکی" کام علاقہ واگذار ہونے پر ملتوی رہا۔

پھر بھی دو کام سپرد ہی ہوگئے۔ ایک مجنون سازی کی کیفیت پر رسالہ تیار کرنا۔ دوسرا مقدمہ لڑانے کو صاحب تلاش کرنا۔ لوگ اٹھ کھڑے ہوتے۔ مگر کچھ اپنی مفلسی تھی تو چاہیے تھی وہ باضابطہ مجنون کے مقابلے مین مدارو۔

معاملہ کسی سے نہ ٹھہرا۔ مگر انکا مشغلہ ضرور رہا۔ مقدمے کا تخمینہ۔ گذارے کی مقدار۔ علاقہ کی جمعبندی۔ نکاسی۔ حقوق حق السعی۔ اور ایسے ہی بہت سے مضامین مہینون میں طے ہوتے ہین۔ لٹک رہنے کو اچھی مل گئی۔

ایک دن ہیم صاحب کی چٹھی آئی۔ بعد مدت دراز کیا لکھا تھا۔ اسکو نہ پوچھیے۔ خیریت نہین۔ مہذب دوست کی بڑی شکایت۔ چھوڑ کر چلے گئے لندن۔ سب چیزین بیچ کر سیر کی۔ پیر ایک امیرزادے ولایت انگلستان کے نواب کے بیٹے مل گئے۔ بڑے لائق۔ مہذب عالی ہمت۔ سب علوم سے فارغ ہوکر مصوری سیکھتے اٹلی جاتے تھے۔ انھین کے ہان صحبت ہوگئی۔ نقشہ جم گیا۔ بہت مہربان تھے۔ خوش مذاق۔ نیک مزاج۔ ہنس مکھ۔ مگر افسوس ہے۔ اب وہ انگلستان واپس جاتے ہین۔ ہمراہ نہین لیجا سکتے۔ ایک صاحب ہندوستانی تعلیم سے فراغت حاصل کرکے ملک واپس آتے ہین۔ یہان سیر کو آئے تھے اتفاق سے ایسے موقع پر ملاقات ہوگئی جسکے اظہار کی ضرورت نہین۔ وہ راضی ہین۔ ہمراہ لائینگے مگر کہتے ہین پہونچکر کرایہ جہاز کا ادا کردینا۔

نواب صبر کر بیٹھے تھے۔ ظاہر مین تو مہذب دوست سے شکایت تھی مجورہ گم کردینے کی۔ لیکن دل مین خوش تھے۔ ۶

مگر وہ کب چھوٹنے والی تھی۔ بخت انتشار ہوا۔ آئے تو طلاق دبدوق صورت
نہ دیکھوں خدا کرے پھر نوکری ہو۔ دوسری جگہ۔
میم صاحب آ گئیں بمبئی گیا اسٹیشن پر بھی کوئی لینے نہ گیا۔ اب وہ درست
صاحب بھی ولایت سے آ گئے تھے۔ سیدھی گئیں انکے بنگلے پر صفائی بھی ہو گئی۔
وہیں رہنے لگیں۔ ملنے والوں کا زور فراق سے گھٹ گیا تھا وہ مطلق امتحان جونے سے
پورا ہو گیا۔ ہمدردیت سے لگے واجبی غیر واجبی شکایات سر بسر درست۔ نواب واجب القتل۔
رقابت نکالنے کی قوی حیلے بکثرت حریف کا ضعف اور آہٹ دلاتا ہے۔ اسپین کو اس
سوسائٹی میں شجاعت کہاں۔ عورت کی طرفداری عزت رضامندی حاصل کرنیکو ہوتی ہے
سب نے ملکر بھولے نواب کو نیچا دکھانا چاہا۔ صلاح ہوئی مشورے ہوئے میم صاحب
آمادہ تھیں کچھ معین ہوئے۔ پہلے تو انتین مہربان نے جو ولایت گئے تھے سفر کا بل پیش
کیا۔ پھر جو صاحب لائے تھے۔ وہ طالب ہوئے میم صاحب کی طرف نان نفقہ کا دعوی
تیار ہوا۔ بہت مار میں آدمی تو بھول جاتا ہے عشرت میں غصہ بڑھ جاتا ہے بیمائی میں
بیمائی آجاتی ہے۔ ادھر تو چاروں طرف سے حملے۔ ادھر صحبت کا اثر دماغ میں وحشت بھاری
موسم۔ لہو جوش میں طبیعت پہلے سے اکھڑی ہوئی مزاج چڑچڑا۔ اس آفت نے یہ ہوئی کہ میم صاحب
ایک روز نواب سے تین محبت سے نہیں عداوت۔ سے بات چیت ہوئی۔ غصے میں انھی نے اپنے
نکال کر کرے کا دروازہ بند کر لیا۔ یہ بڑی توہین ہوئی۔ اگرچہ عزت نہ رہی تھی مگر میم صاحب کی
بیعزتی ہوئی۔ فوراً میم صاحب کے ہواخواہوں کے دلوں کو صدمہ پہنچا۔ دل دکھانے والا
نہیں۔ ہمدردی سے خاتمہ اٹھانیوالا۔ بھولے نواب کسی اخلاق اور مروت کے قابل نہ رہے
سزا تجویز ہو گئی۔ بیرسٹر مفت ہی لگا کر کام کرنے والے۔ وکیل بھی بلا محنتانہ مسودہ
تیار رہا۔ میم صاحب کی طرف سے کر بھولے نواب مجنون ہیں۔ درخواست داخل۔ نواب
جامے سے باہر غصے سے سچ مچ دیوانے۔ ہر طرف نوکروں کی شہادت کہ مزاج اعتدال سے بڑھ گیا
ہے۔ ہم لوگوں کو بے قصور مارنے دوڑتے ہیں۔ ایک روز طبیب کی تپی زیادہ ہو گئی تھی
آگ بگولہ ہو گئے تھے۔ دودھ میں مکھی نکلی۔ برتن پھینک مارا۔ ایک دفعہ پنسل کھو گئی تھی آٹھ آنہ
جرمانہ کئے۔ کتے نے فرش پر پیشاب کر دیا تھا۔ اسکو تین دن کوٹھڑے میں بند رکھا۔ اکثر

فتوی اور ڈاکٹرون کی شہادت۔ جیسا سوال کردو ویسا جواب ملے۔ ایک دفعہ بخار کا اعلان کرنے گئے تھے۔ ہذیان بکتے تھے۔ اپنا حال بیان کرتے وقت خفیف تکلیفین بیش کرتے تھے۔ کوئی صحیح العقل نہ کہیگا جب میم صاحب نے حواسون کے امتحان کو بھیجا تو گولی مارنے دوڑے۔ بیلی گاڑی والے کی شہادت گذری۔ سوار ہو کر انہین دیتے دریا کے کنارے اکثر میری گاڑی پر جاتے ہین۔ وہان گھنٹون لہرین دیکھا کرتے ہین۔ اور کچھ شعر پڑھا کرتے ہین۔ میم صاحب کا بیان ہوا۔ پہلے مجھپر عاشق تھے۔ اب صورت نہین دیکھتے۔ ایک دفعہ کمرے سے نکالکر دروازہ بند کرلیا۔ سب دوستون کو گالیان دیا کرتے ہین مجنون تعلقدارون سے بڑی دوستی ہی۔ یہ اُنکی بڑی تعریف کرتے ہین۔

ایک صاحب سید رضا تشریف لائے۔ اُنھون نے جنون کی پوری تاریخ پڑھوالی یہ تو اُس وقت سے مجنون ہین جب سے اُنکے والد مرے ہین اُنسے مدت سے واقف ہون کہین کوئی آدمی باہر سے آیا تھا اُنکے یہان ٹھہرا تھا۔ وہ مالک کے نوٹ چرا کر بھاگ گیا اُسکی تلاش تھی۔ رات کو اُنکے یہان جلسہ تھا ہنسی ہنسی مین رقعہ بھیجا کہ جو آدمی گم ہی اُسکی نسبت مخبری ہوئی ہی تمنے مار کر مکان مین گاڑ دیا اور روپیہ چھین لیا ہی یہ سنتے گھر بار سب چھوڑ کے بھاگ گئے۔ کئی برس بعد آئے تو مان سے اس بات پر لڑے کہ دوسرا نکاح کرلو۔ لوگون کے گھرون مین گھس گھس کر رانڈون کی زبردستی شادی کراتے تھے۔ پھر دھمکاتے پر شہر سے بھاگ گئے۔ اب میم لائے ہین تو اُسکو تہمت لگاتے ہین بدچلن ہی مجھسے کہتے تھے اُسکے ساتھ کھانا کھاتا ہون تو نوالہ حلق مین نہین جاتا خدا جانے یہ عورت کن یارون کو کھلا دیتی ہی۔ مین بھوکون مرتا ہون۔ آلو کی جگہ بالو کا سالن کھلاتی ہی۔

نواب بیچارے یہ سب شہادتین سُنتے رہے جھوٹی سچی سبھی۔ سید رضا کا بیان سُنا تھی کمبخت نے شہر چھوڑایا۔ لاکھون کا گھر خاک کرایا۔ دربدر پھرایا۔ خبط کی تاب [illegible] بھنگو ٹہے بن پر ابری کچہری مین ندامت ہوئی۔ برس پڑے رضا پر۔ ہزارون بے نقط سُنائین پھر اُن مین بامعنی بھی بے معنی۔ اول فول بکی لا حرکات بھی۔ سب فرنگ [illegible] مین۔ انکا چہرہ لال چقندر ہو گیا غصے سے کہتے [illegible] آنکھون سے آنسو جاری چہرہ بھیانک

غلہ سی آنکھیں نکلی ہوئیں۔ ڈراؤنی صورت۔ باتیں بے سیاق۔ تھرتھر کانپ رہے ہیں۔ سید بھی تھے۔ رگ ہاشمی جوش میں آگئی۔ لپک کے منہ نوچ لیا۔ کپڑے پھاڑ ڈالے۔ جبتک وہ سنبھلے سنبھلے بازو پر چلکت رسید کر بیٹھے۔ چاروں ہاتھوں پاؤں سے بلا کی طرح چمٹ گئے

اب زیادہ ثبوت کی ضرورت نہ تھی۔ حاکم کی عینی شہادت موجود۔ حراست میں کر لیے گئے۔ سب کی محنت ٹھکانے لگی۔

اٹھارھوان باب

تمت بالخیر

میم صاحب کی بندی خلاص ہوئی۔ ہوا خواہوں نے بغلیں بجائیں جشن منائے مبارک باشد۔ مہذب بدمعاشوں کو مبارک باشد۔ میم کو برقعہ اٹھایا۔ چادر اوڑھی روک گئی۔ مٹی ہٹی۔ لکا ناپردہ فاش ہوا۔ نہ وہ چھوری کا گڑ نہ وہ مٹھاس۔ آسانی نے لذت آزادی نے مزا کھویا۔ جان دینے والوں نے قدردانوں نے انکا ملنا عار۔ کوٹھیوں میں رہنا کیسا آنا تک دشوار سمجھا۔ سردمہری سے نہیں۔ مجبوری سے۔ یورپین سوسائٹی میں بدنامی ہوئی تھی۔ سستا سا مکان تلاش کر کے کرانی محلے میں ٹھہرا دیا۔

اب آنکھ کھلی صبح کاذب بھی نہ تھی۔ تڑکا ہو گیا۔ دلچسپ خواب کی بہت ہی بری تعبیر نکلی۔ دولت نہ محبت۔ ہاں یا دونوں کی باقی۔ یا بھلے نواب کی دو چار جنہیں ہنید دیئے تھے کپڑے اور جوتے۔ ایک چھتری۔ ایک واٹر بری واچ۔ ایک چھتری۔ پاؤڈر کے ڈبے خالی بکس۔ چند پلیٹیں۔ گلدستے چھری کانٹے چمچے۔ وہ بھی پٹھان پیشی کی معرفت بلا قید قیمت نیلام ہو گئے۔ کچھ نہ رہا ع۔

اک افسانۂ بیکسی رہ گیا

میم صاحب اور ایسی میم صاحب۔ کیا کرتی ہونگی۔ ہوٹلوں کے بیرا چھوکرے لونڈے سرایہ کی گاڑی والوں سے پوچھیے۔ باسی ہار گھوڑے ریس کے جاتے ہیں۔ چھوٹی طشتری دار پرچکائی جاتی ہے۔ گیسے یا کتے کو تھے پال کرتے کھڑے سنیق ڈالدیے جاتے ہیں۔ ہزاروں ناخون کوڑے میں بہا دیے جاتے ہیں۔ دنیا بری خود مطلب اور بے مروت۔ سوسائٹی انتہا کی سنگدل سلطنت۔ حاجت ہر کی غلام حکومت ہے۔ امارت اور فراغت کے شوق خلائق جن وجہ معاش ہو جاتے ہیں۔ بس میم صاحب کی حالت ناگفتہ بہ۔

بڑی جانفشانی۔ سخت کوشش۔ ایک نیکدل میم کی سفارش سے خدا خدا کرکے زنانہ ہاسپٹل میں دس روپیہ ماہوار پر نرسنگ (تیمارداری) سیکھنے کو نوکر ہوگئیں۔ عجب نواب کا دل اور تحفہ پاکر اتنی خوشی نہ ہوئی تھی جتنی اس عہدے پر ہو چکی۔ انسان بندۂ حوادث ہے۔ وہ صورت رہی نہ سیرت۔ رعنائی ہوا۔ زیبائی کافور۔ نازو کرشمہ خواب۔ عشوہ و غمزہ خیال اب بھولے نواب اکثر یاد آئے۔ انفعال ہوتا۔ خجالت ہوتی۔ پچھتاوا آتا۔ مگر حاصل وہ کہاں۔ انکے ساتھ سلوک ہو کیا اپنے ساتھ بدسلوکی۔ سو اسکا تصفیہ میم صاحب ہی کریں۔ اوروں کو کیا پڑی۔ ہر جگہ دوسرے سبزہ زار ہو چکے۔ سوکھے تالاب سے مرغابیاں چلی گئیں۔ اجاڑ باغ سے مرغان چمن نے آشیانہ اٹھا لیا۔

نواب پاگل خانے میں بند۔ پیچھے فلاسفروں میں پکے عقلمند۔ خودی سے گذر کر جنت کے مزے لے رہے ہیں۔ جس بات کی آرزو ہے ہیں افلاطون۔ فرعون۔ قارون۔ رستم ایسے لوگ مر گئے۔ وہ انکو دشمنوں کی دوستی سے حاصل۔ دنیا و مافیہا کے جھگڑوں سے غافل۔ ع

دیوانہ باش تا غم تو دیگراں خورند پہ عاقل ع

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

علم و جہل عقل و فہم کے جھگڑوں سے بری۔ محو لطف بیخودی۔ بیگم صاحب کہاں ہونگی۔ یہاں فکس غم میں جان دی۔ گور و کفن کس نے کیا۔ مکان کس مطالبہ میں نیلام ہوا۔ انکو خبر۔ جب لوگ انکو پاگل خانے لیے جاتے تھے۔ میر صادق دفتر سے آتے تھے۔ ایک بھیڑ ساتھ تھی تماشا دیکھنے کو ٹھہر گئے۔ دیکھا کوئی صورت آشنا۔ نام پوچھا۔ بھلے نواب بلکہ رو دیے۔ نواب کیوں پہچانتے مگر انکار تو ہو گیا۔ مہینے دو مہینے بعد پاگل خانے ہو آتے رہنے کو نہیں۔ ملنے کو نہیں۔ خیریت دریافت کرنے کو نہیں۔ صرف زندہ دیکھنے کو۔ نواب پر افسوس کرتے۔ پاگل ہو گئے۔ نواب ہنستے۔ تم ابھی تک ہوشیار نہوئے۔ کبھی پرستان کی سلطنت بخشتے۔ کبھی چین کی بادشاہت چھینتے۔ کبھی دنیا کو قتل کرتے۔ کبھی مردوں کو جلاتے۔ غرض کر خدائی کرتے اور نہ کوئی قانونی گرفت ہوتی۔ نہ بغاوت میں دھرے جاتے۔ بندوں کے خاطی نہ خدا کے گنہگار۔ تو اب سے بڑھکر اس دنیا میں کون صاحب ہوشیار۔ اگر یہ شعر بزبان حال پڑھا کرتے تو کیا بیجا تھا ؎

اے بے خبری آپ میں آنا نہیں اچھا — دنیا بری ٹھہری ہے زمانہ نہیں اچھا

تمام شد